إنما أنا قاسم والله يعطي

الحمد للہ کہ رسالہ مفیدہ عجیبہ در تحقیق و اثبات معنی ختم نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

تحذیر الناس

از افاضات مبارکہ

حجۃ الاسلام حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا

محمد قاسم صاحب قدس سرہ العزیز بانی دار العلوم دیوبند

مع توضیح المطالب

بعد نظر ثانی و تصحیح اغلاط وغیرہ

(مولوی) محمد اسحاق مالک کتبخانہ رحیمیہ دیوبند نے

اپنے

کتبخانہ رحیمیہ دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید نے بہ تتبع ایک عالم کے جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی دربارۂ قول حضرت ابن عباس رض جو درمنثور وغیرہ میں ہے۔ ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وعیسیٰ کعیسٰکم ونبی کنبیکم یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے اور زمین کے طبقات جُدا جُدا ہیں اور ہر طبقہ میں مخلوق الٰہی ہے۔

اور حدیث مذکور سے ہر طبقہ میں انبیاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگرچہ ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے مگر اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے ثابت نہیں اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں اس لئے کہ اولاد آدم جس کا ذکر ولقد کرمنا بنی آدم میں ہے اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقے کے آدم کی اولاد ہے بالاجماع۔ اور ہمارے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب اولاد آدم سے افضل ہیں تو بلا شبہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے۔ پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں آپ کے مماثل کسی طرح نہیں ہوسکتے انتہی اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اس کے خلاف ثابت ہوگا تو میں اسی کو مان لونگا میرا اصرار اس تحریر پر نہیں۔

پس علماء شرع سے استفسار یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کو محتمل ہیں یا نہیں اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت والجماعت سے ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی[1] خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام[2] کے خیال میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکہ صحیح ہوسکتا ہے۔[3]

ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جکو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اسکو ذکر کیا اور وں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں، اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اسلئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کرکے خلائق کو گمراہ کرینگے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں کیا تناسب تھا

---

[1] یعنی آیہ کریمہ میں جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اول اس کے معنی سمجھنے چاہئیں ۱۲

[2] یعنی عوام کا خیال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقط اس معنے خاتم النبیین ہیں کہ آپ سب سے آخری ہیں یعنی یہ عوام کا خیال ہے جسمیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کما حقہ کا اظہار نہیں ہوتا ہے ۱۲

[3] عوام کے اس خیال کے مطابق یعنی محض تقدم و تاخر زمانی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے بالذات کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے حالانکہ منطوق قرآن بیان فضیلت کامل کیلئے ہے۔ لہٰذا خاتم النبیین کے ایسے معنے لینے چاہئیں کہ جس سے پورے طور پر کامل و اکمل فضیلت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ثابت ہو ۱۲

جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصوّر نہیں اگر سدِ باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخرِ زمانی اور سدِ باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم دوبالا ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے . . . . جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا مثال درکار ہے تو لیجئے زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصفِ ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی ہاں اگر یہ وصف آفتاب کا ذاتی نہیں تو جسکا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا اور اسکا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتسب اور کسی اور کا فیض نہ ہوگا۔ الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالاتِ وجود سب عرضی بمعنے بالعرض ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحبِ کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں اگر یہ امور مذکور ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتے تو یہ انفصال و اتصال نہ ہوا کرتا۔ علی الدوام وجود اور کمالاتِ وجود ذاتِ ممکنات کو لازم ملازم رہتے۔ سو اسی طور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ الخ اور انبیاء کرام علیہ وعلیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اقتداء اور اتباع کا عہد لیا گیا۔ ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔ ادھر

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ علمت علم الاولین والآخرین بشرط فہم اسی جانب مشیر ہے شرح اس
معمہ کی یہ ہے کہ اس ارشاد سے ہر خاص و عام کو یہ بات واضح ہے کہ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور
لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں سو جیسے علوم سمع اور ہیں اور علم بصر اور
بایں ہمہ قوت عاقلہ اور نفس ناطقہ میں یہ سب علوم مجتمع ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اور انبیاء باقی کو سمجھئے یہ ظاہر ہو کہ سمع و بصر اگر مدرک عالم ہیں تو بالعرض ہیں ورنہ مدرک حقیقی اور
عالم تحقیقی وہ عقل اور نفس ناطقہ ہی ہے اسی طرح سے عالم حقیقی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں
اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں مگر اسکے ساتھ یہ بھی
اہل فہم جانتے ہیں کہ نبوت کمالات علمی میں سے ہے کمالات عملی میں سے نہیں۔ الغرض کمالات ذوی العقول کل
دو کمالوں میں منحصر ہیں۔ ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی اور بنائے مدح کل نہیں دو باتوں پر ہے چنانچہ
کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جنمیں سے انبیاء
اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال کمال عملی انبیاء کو تو منبع العلوم اور
فاعل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھئے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین کو
مجمع العمل اور قابل خیال فرمائیے دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی
میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں
اور اگر قوت عملی اور ہمت میں انبیاء امتیوں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ مقام شہادت اور وصف
شہادت بھی انکو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ ملقب
ہوتا ہے۔ مرزا جان جاناں صاحب اور شاہ غلام علی صاحب۔ اور شاہ ولی اللہ
صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب۔ چاروں صاحب جامع بین الفقر والعلم تھے
پر مرزا صاحب اور شاہ غلام علی صاحب تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ
صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب علم میں۔ وجہ اسکی یہی ہوئی کہ انکے علم پر انکی فقیری
غالب تھی اور انکی فقیری پر انکا علم۔ اگرچہ انکے علم سے انکا علم۔ یا انکی فقیری سے انکی فقیری
کم نہ ہو سو ایسے ہی انبیاء میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ انکا عمل اور ہمت اور قوت اوروں کے
عمل قوت اور ہمت سے غالب ہو بہرحال علم میں انبیاء اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں اور مصداق
نبوت وہ کمال علمی ہی ہے جیسا کہ مصداق صدیقیت بھی وہ کمال علمی ہے چنانچہ لفظ نبأ اور صدق
بھی جو ماخذ اوصاف مذکورہ ہے اس بات پر شاہد ہے نبأ خود خبر کو کہتے ہیں جو اقسام علوم یا معلوم میں

سے ہے اور صدیق اوصاف علمی میں ہے پر نبوت اور صدیقیت میں وہی فرق فاعلیت و قابلیت ہے جو آفتاب و آئینہ میں وقت تقابل معلوم ہوتا ہے چنانچہ وہ حدیث مرفوع قولی جسکا یہ مطلب ہے کہ جو میرے سینہ میں خدا نے ڈالا تھا میں نے ابوبکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا اسپر شاہد ہے مگر جیسے نبی کو نبی اسلئے کہتے ہیں کہ خبر دار یا خبر کرنیوالا ہوتا ہے صدیق کو صدیق اسلئے کہتے ہیں کہ اسکی عقل بجز قول صادق قبول نہیں کرتی قول صادق بے دلیل اس طرح قبول کر لیتا ہے جیسے مٹھائی کو معدہ اور قول باطل سے اس طرح گھبراتا ہے اور اس طرح اسکو رد کرتا ہے جیسے مکھی کو معدہ رد کرتا ہے یہی سبب تھا کہ صدیق اکبر کو ایمان لانے میں معجزہ کی ضرورت نہ ہوئی علیٰ ہذا القیاس مصداق شہید بہ دلالت حدیث وہ شخص ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ اور ترقی دین کیلئے جان دینے کو تیار ہو چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو کسی نے پوچھا کہ بعضے آدمی طمع لالچ میں لڑتے ہیں اور بعضے بوجہ عصبیت یعنی بوجہ قرابت وحمیت قومی اور بعضے بغرض ناموری۔ ان میں سے شہید کون ہوتا ہے تو آپنے فرمایا مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا غرض شہادت اس صورت میں عوارض ہمت اور قوت عملی میں سے ہوئی اور شہید اول درجہ کا آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر ہوا۔ اور اسی وجہ سے شاید شہید کو شہید کہتے ہیں یعنی بروز قیامت وہ شاہد ہوگا کہ فلانا شخص حکم خدا مان گیا تھا اور فلانے نے نہیں مانا کیونکہ اس بات کی اطلاع جیسے آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر کو ہو سکتی ہے اتنی اوروں کو نہیں ہو سکتی اور اسکی گواہی اس باب میں ایسی سمجھئے جیسے کسی مقدمہ میں ملازمان سرکاری کی گواہی چنانچہ اس امت کے حق میں یہ فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور ادھر یہ ارشاد وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ غور کیجے تو اسی جانب مشیر ہے غرض شہید سے فیض عمل ہوتا ہے یعنی بھلے عمل اور وں سے کرا لیتا ہے اور برے عملوں سے روکتا ہے سو جو شخص اس سے مستفیض ہو وہ صالح ہے اور ظاہر ہے کہ اہتمام اعمال کے باب میں وہی کر سکتا ہے جو خود اعمال میں پکا ہے۔ سو بوسیلہ امر و نہی ہو یا بوسیلہ صحبت جس شخص کو افاضہ اعمال منظور ہو وہ تو شہید ہے اور جو اس سے مستفیض ہو وہ صالح جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو خود معلوم ہو گیا ہوگا کہ جب نبوت کمالات علمی میں سے ہوئی اور دربارہ علم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موصوف بالذات ہوئے تو دربارہ نبوت بھی آپ موصوف بالذات ہونگے اور آیۃ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ

الخ جو لفظ مصدق لما معکم ہی تو اس سے بعد لحاظ اس بات کے کہ یہ خطاب تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ہے اور کلمہ ما اس جگہ ایسا عام ہی کہ تمام علوم اور کتب کو شامل۔ یہ بات اور بھی موجہ ہو جاتی ہی کہ نبوت کمالات علمی میں سے ہے اور آپ جامع العلوم ہیں اور انبیاء باقی جامع نہیں غرض جو بات حدیث علمت علم الاولین سے ثابت ہوئی تھی مع شے زائد آیۃ مذکورہ سی ثابت ہے سو ایک تو یہی بات زائد ہی کہ نبوت کا کمالات علمی میں سے ہونا اس سے ظاہر ہی کیونکہ رسول کی صفت میں یہ فرمانا کہ مصدق لما معکم جو لاجرم منجملہ کمالات علمی ہے کیونکہ تصدیق علم ہی سے متصور ہے اس جانب مشیر کہ اس رسول کا علم ایسا عام ہوگا پھر باین ہمہ لفظ رسول ہے باین نظر کہ زبان عربی میں پیغامبر کو کہتے ہیں اور پیغام منجملہ اوامر و نواہی ہوتا ہے جو بیشک از قسم علوم ہے اسپر دال ہے اور عہد کا لینا جس سے آپ کا نبی الانبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پہلے ہی معروض ہو چکا۔ علاوہ بریں حدیث کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ بھی اسی جانب مشیر ہے کیونکہ فرق قدم نبوت اور حدوث نبوت باوجود اتحاد نوعی خوب جب ہی چسپاں ہو سکتا ہے کہ ایک جا یہ وصف ذاتی ہو اور دوسری جا عرضی اور فرق قدم و حدوث اور دوام و عروض فہم ہو تو اس حدیث سے ظاہر ہے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ اگر نبوت کا ایسا قدیم ہونا جیسا آپ ہی کیساتھ مخصوص نہ ہوتا تو آپ مقام اختصاص میں یوں نہ فرماتے۔ علاوہ بریں حضرات صوفیہ کرام کی یہ تحقیق کہ مربی روح محمدی صلے اللہ علیہ وسلم تعین اول یعنی صفت علم ہے اور بھی اسکے موید۔ ظاہر ہے کہ شاعر کی تربیت سے شعر آویگا اور طبیب کی تربیت سے فن طب۔ محدث کی تربیت شاید حدیث مفید ہوگی۔ فقیہ کی درباره فقہ۔ سو جسکی مربی صفت العلم ہو جو علم مطلق ہے مثل ابصار و اسماع علم خاص و قسم خاص نہیں تو لاجرم فرد تربیت یافتہ اعنی ذات پاک محمدی صلے اللہ علیہ وسلم بھی علم مطلق میں صاحب کمال ہو گی، اور ظاہر ہے کہ مطلق میں تمام حصص خاصہ جو مقیدات میں ہوتی ہیں مندرج ہوتے ہیں سو یہ بعینہ مضمون علمت علم الاولین الخ ہے اور یہی وجہ ہوئی کہ معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پروانہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے مثل عنایات خاصہ گرہ بیگاہ کا قبضہ نہیں ہوتا ہمارے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن ملا جو تبیانا لکل شئ ہے تاکہ معلوم ہو کہ آپ اس فن میں یکتا ہیں کیونکہ ہر شخص کا اعجاز اسی فن میں متصور ہے جس فن میں اور اسکے شریک ہوں اور وہ اسمیں یکتا ہو مثلاً خوشنویس کے سامنے اگر اور عاجز ہوتے ہیں تو اچھے خوش قطعہ کے لکھنے ہی میں عاجز ہو گئے ہیں

اور فنون میں عاجز نہیں سمجھے جاتے۔ بالجملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض۔ اس صورت میں اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اوائل او وسط میں رکھتے تو انبیاء متاخر کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا حالانکہ خود فرماتے ہیں مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اور کیوں نہ ہو یوں نہ ہو تو اعطاء دین منجملہ رحمت نہ رہے آثار غضب میں سے ہو جاوے ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجے کے علماء کے علوم ادنیٰ درجے کے علماء کے علوم .... سے کمتر اور ادون ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مراتب ہونا علو مراتب علوم پر موقوف ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنے سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو بعد وعدہ محکم اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جسکو قرآن کہیے اور شہادت آیہ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ جامع العلوم ہو کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیاء متاخر علوم محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہوں گے تو اس کتاب کا تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہونا غلط ہو جاتا بالجملہ جیسے ایسے نبی جامع العلوم کیلئے ایسی ہی کتاب جامع چاہیے تھی تاکہ علو مراتب نبوت جو لاجرم علو مراتب علمی ہے چنانچہ معروض ہو چکا میسر آئی ورنہ یہ علو مراتب نبوت بیشک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ایسے ختم نبوت بمعنے معروض کو تاخر زمانی لازم ہے چنانچہ اضافت الی النبیین باین اعتبار کہ نبوت منجملہ اقسام مراتب ہے یہی ہو کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوت ہے زمانہ نبوت نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ درصورت ارادہ تاخر زمانی مضاف الیہ حقیقی زمانہ ہو گا۔ اور امر زمانی اعنی نبوت بالعرض ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لے لیجئے۔ تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہو گا پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی صلے اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی، اور مجھ سے پوچھئے تو میرے خیال ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کر سکے سو وہ یہ ہے کہ تقدم تاخر یا زمانی ہو گا یا مکانی یا مرتبی یہ تین نوعیں ہیں۔ باقی مفہوم تقدم و تاخر ان تینوں کے حق میں جنس اور ظاہر ہو لہ مثل چشم و چشمہ وفات وغیرہ معانی لفظ عین ان تینوں میں یوں بعید نہیں جو مثل لفظ عین تقدم و تاخر اختتام کو جو تاخیر کے آثار میں سے ہی بہ نسبت انواع مذکورہ مشترک کہئے جنس کہئے

مگر ان میں سے اول و آخر زمانی و رتبی تو متشخص ہوتا ہے یعنی اول آخر اور آخر اول نہیں ہو سکتا۔ البتہ تقدم و تاخر زمانی کیلئے کسی مصحح کی ضرورت پڑتی ہے جس سے اول و آخر معلوم ہو جائے جیسے صفوف مسجد کیلئے قبلہ اور دیوار قبلہ، ورنہ یہاں دوسری طرح سے لیجئے تو قضیہ منعکس ہو جائیگا، جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سنئے ذوات انبیاء علیہم السلام تو بذات خود اس قابل ہی نہیں کہ ان پر تقدم و تاخر کی گنجایش ملے، ہاں بواسطۂ زمان و مکان و مراتب البتہ مقدم و مؤخر کہہ سکتے ہیں بہر حال حذف مضاف کی ضرورت ہوگی۔ سو لفظ زمان کی جا پر اگر موصوف تاخر بھی کوئی مفہوم عام ہی تجویز کیا جائے تو بہتر ہے بلکہ ضرور ہے کیونکہ حذف بے قرینہ دال علی المحذوف الخاص دلالت تعمیم میں سے ہے، یہی وجہ ہے کہ لله الامر من قبل و من بعد اور الله اکبر میں کل شئ یا من کل شئ محذوف سمجھا جاتا ہے بہرحال تحذف دونوں صورتوں میں برابر لفظ زمان ہو یا کوئی مفہوم عام پر تخصیص زمان ہی کیا ہے، اس صورت میں ہر نوع میں مفہوم خاتمیت جدا طرح ظہور کریگا جیسے آیۂ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ میں مفہوم رجس جنس عام ہے کہ اسکے لئے خمر جدا نوع ہے اور میسر وغیرہ جدا، وہاں رجس نے اور طرح ظہور کیا یہاں اور طرح، یعنی خمر میں نجاست ظاہری بھی ظاہر ہوئی انواع باقیہ میں فقط نجاست باطنی ہی رہی، سو جیسی علت اختلاف ظہور مذکور یہ ہوئی کہ یہاں فعل شرب شراب کے باعث ممنوع ہوا اسلئے پانی وغیرہ کا پینا ممنوع نہیں تو یہاں تو رجس صفت اصلی جسم شراب کی ہوگی، اور میسر وغیرہ میں اشیاء معلومہ اعمال کے باعث بری ہوئیں، کیونکہ اشیاء معلومہ آلات افعال معلومہ ہیں، اسلئے رجس صفت اصلی افعال کی ہوگی، سو انکی ناپاکی وہی نجاست باطنی ہوگی جیسے افعال اور شراب میں فرق ہے اور پھر وصف رجس میں متحد ایسے ہی یہاں قصہ ہے، بلکہ یہاں تینوں نوعوں کا موصوف بتقدم و تاخر ہونا ایسا ظاہر ہے جیسے شراب کا موصوف برجس ہونا مثل اتصاف افعال برجس خفا یا احتمال تجوز نہیں ہوئے سو اگر یہاں خاتم مثل رجس جنس عام رکھا جائے تو بدرجہ اولی قابل قبول ہے اسمیں خاتمیت زمانی اور رتبی کو تو ضرورت تعین مبدا بتقدم نہیں۔ ہاں مکانی میں ہے، سو بقیاس تاخر رتبی یہاں بھی نیچے سے شروع سمجھا جائیگا اور زمین علیا پر اختتام ہوگا سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے ادھر تصریحات نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مثل انت منی بمنزلۃ هارون من موسى الا انه لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور

اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اسباب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اسکا منکر کافر ہے ایسا ہی اسکا منکر بھی کافر ہوگا اب دیکھئے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے، اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے، اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی علاوہ بریں اس صورت میں جیسے قرأت خاتم بکسر التاء چسپاں ہے ایسے ہی قرأت خاتم بفتح التاء بھی نہایت درجے کو بے تکلف موزوں ہو جاتی ہے کیونکہ جیسے خاتم بفتح التاء کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے حاصل مطلب آیہ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوۃ معروفہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوۃ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے کیونکہ اوصاف معروض و موصوف بالعرض موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے، اور وہ اسکی نسل ہیں لفظا ہر ہے کہ والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ یہ اس سے پیدا ہوتے ہیں وہ فاعل ہوتا ہے، چنانچہ والد کا اسم فاعل ہونا اس پر شاہد ہے اور یہ مفعول ہوتے ہیں، چنانچہ اولاد کو مولود کہنا اسکی دلیل ہے، سو جب ذات بابرکات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم موصوف بالذات بالنبوۃ ہوئی اور انبیاء باقی موصوف بالعرض تو یہ بات اب ثابت ہوگئی کہ آپ والد معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپکے حق میں بمنزلہ اولاد معنوی، اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں غور کیجئے تو یہ بات واضح ہے، بہ آیت اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ لانیکی ضرورت ہی، محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صغرے بنائے اور اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ کو کبرے دیکھئے یہ نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں صورت اسکی یہ ہے کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کیساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ انکی جانوں کو بھی ان کیساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنے اقرب ہے، اور اگر بمعنے احب یا اولیٰ بالتصرف ہو جب بھی یہی بات لازم آئیگی کیونکہ احبیت اور اولویت بالتصرف کیلئے اقربیت

تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں ہو سکتا، دلیل سنئے اول یہ بات سنئے کہ ایسی قربیت جو اپنی حقیقت سے بھی زیادہ ہو بجز موصوف بالذات کے کہ موصوف بالعرض یا وصف عارض کی نسبت ہوتا ہی اور کسی کو کسی کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ ربط افاضہ اگر بین الشیئین نہیں، تب تو باعتبار اصل حقیقت استثنار اور تباین ہوگا اگرچہ دونوں ایک موصوف میں اتفاقاً مجتمع ہوں تنا قرب بجا اور اگر ربط افاضہ بین الشیئین ہی یعنی ایک موصوف بالذات اور دوسرا موصوف بالعرض ہی تو لاجرم موصوف بالعرض کے ساتھ بحیثیت وصف عارض و خود وصف عارض محتاج موصوف بالذات ہوتے ہیں سو وصف عارض کو جو کچھ تشخص حاصل ہوتا ہی بہ تحقیق حاصل ہوتا ہی، اور علی ہذا القیاس ادراک تشخص بھی بعد ادراک اصل وجود ہوتا ہی چنانچہ دور سے کسی کو دیکھئے تو ایک وجود مبہم ہوتا ہی جسکا انطباق ہزاروں احتمالوں پر متصور ہی۔ پر جوں جوں قریب آتا جاتا ہے وہ ابہام مرتفع ہوتا جاتا ہے اور تمیز جو ادراک تشخصات پر موقوف ہی حاصل ہوتی جاتی ہے، سو جب حالت بعد میں یہ حال ہے تو حالت قرب میں تو اس امر کو اور بھی وضاحت ہو جائیگی جسکی وجہ تقدم علی ادراک التشخصات ضرور تر ہے، علاوہ بریں معلوم ہونا خود ایک وصف وجودی ہی، اور معلومات کا معلوم ہونا ضروری جسکے معنی قطع نظر تقلید سے کرکے انصاف سے دیکھئے تو یہ معلوم ہوتے ہیں کہ افاضہ وجود ذہنی عالم کی طرف سے اسپر ہوتا ہے اور وہ نور علم جو ذات عالم کیساتھ ایسی طرح قائم ہے جیسے آفتاب کا نور آفتاب کے ساتھ اسکو ایسی طرح محیط ہو جاتا ہی جیسے نور مذکور اشیاء رستیزہ کو۔ اور ظاہر ہے کہ عالم کو اگر ادراک معلومات کا ہوگا تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسے فرض کرو آفتاب کو انوار خاصہ در و دیوار کا علم، جنکو دھوپ کہتے ہیں سو ایسے نور مطلق جیسے صفت آفتاب ہے اور تثلیث اور تربیع وغیرہ تقطیعات دھوپ جو صحن خانوں وغیرہ کی طرف سے لاحق ہوتے ہیں، اصل ہیں صفت صحن خانہا وغیرہ، اور اس وجہ سے درصورت علم مفروض جو آفتاب کو حاصل ہوگا علم نور مطلق بایں وجہ کہ اپنی صفت ہے علم تقطیعات سے جو اونکی صفت ہی مقدم ہوگا، ایسی ہی نور علم مذکور صفت عالم ہی اور تشخصات معلومات صفات معلومات، اور اس وجہ سے علم صفت خود جو عین علم ہے علم تشخصات سے مقدم ہوگا، اور ظاہر ہے کہ نور آپ بذات خود منور ہی اور یہ تشخصات اور تعینات جو حقیقت میں حقیقت معلوم ہیں کیونکہ مسمیٰ زید و عمر و وغیرہ یہ خصوصیات خاصہ ہیں جنکی وجہ سے باہم تباین ہو ندوہ امر مشترک جسکو حقیقت انسانی کہئے منور بالعرض، سو اس حرکت علم میں جب نور مطلق اول آیا اور حقیقت مذکورہ دوسری بار، تو درصورتیکہ مقصود بالعلم وہ حقائق ہی

ہوں اور طالب علم خود صاحب حقیقت تو یوں کہنا پڑیگا کہ موصوف بالذات اس موصوف بالعرض سے اسکی حقیقت کی نسبت بھی زیادہ قریب ہے، کیونکہ قرب و بعد کی دریافت کیلئے کمی بیشی فاصلہ ضرور ہے اور فاصلے کے کم ہونیکی یہ علامت ہے کہ ادھر کو حرکت کیجئے تو زیادہ فاصلے کی چیز سے پہلے آئے۔ سو دیکھ لیجئے حرکت فکری میں اول دلیل آتی ہے اور پھر مدلول، اس لئے استدلال لمی میں بہ این وجہ دلیل جو حقیقت میں علت ہوتی ہے۔ اول علت آئیگی اور مطلوب بعد میں اس صورت میں دلیل یعنی علت کو مطلوب سے بہ نسبت مطلوب کے بھی زیادہ قرب ہوگا، مگر یہ قرب بہ نسبت معلول کے سوائے علت اور کسی کو نصیب نہیں، کیونکہ اصل میں انفصال ہے گو اتصال ہو تو جہاں یہ قرب ہوگا یہی علیت معلولیت ہوگی اور وقت استدلال اگر خود معلول ہے اپنے ادراک کی طرف متوجہ ہو اور مستدل استدلال لمی ہو تو یہ بات صاف روشن ہو جائیگی کہ طالب کی ذات سے اسکی علت قریب ہے، سو اگر مومنین کو اپنی حقیقت کا ادراک مطلوب ہوگا تو بیشک اول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس حرکت فکری میں آئیں گے پھر انکی حقیقت باقی رہی، دلیل انی وہ حقیقت میں دلیل ہی نہیں ہوتی بلکہ استدلال انی کیلئے ضرور ہے کہ اول استدلال لمی ہولے اگر آفتاب کو علت نور نہ سمجھیں تو پھر نور سے وجود آفتاب پر استدلال ممکن نہیں اور یہ سمجھنا کہ یہ علت ہے اور وہ معلول یہی استدلال لمی ہے، استدلال لمی میں سوائے اسکے اور کیا ہوتا ہے، الغرض وجود ذہنی معلول بھی علت کے وجود ذہنی پر ایسی طرح موقوف ہے جیسے اسکا وجود اسکے وجود خارجی پر باقی استدلال انی میں علم تازہ نہیں ہوتا علم سابق کا استحضار ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ علت اپنے معلول میں بہ نسبت اس کی حقیقت کے جو تعینات اور تشخصات ہیں، اور منجملہ لواحق اور توابع اور محتاج فی التحقق اولیٰ بالتصرف ہے، علیٰ ہذا القیاس معلول کو اگر قابل محبت ہے جو محبت اپنی علت سے ہوگی جو اسکی اصل ہے اور اسی کا پرتو اسمیں ہے، چنانچہ مثال نور آفتاب سے ظاہر ہے وہ محبت تعینات سے کاہی کو ہوگی، جو لواحق ہیں اور باہم اتفاقی ملاقات ہوگئی ہے، اس صورت میں علت کو بہ نسبت اسکے معلول کے اگر حبیب الیہ من نفسہا کہا جائے تو بجا ہے، غرض اولیٰ بمعنے اقرب ان دونوں معنوں کو مستلزم ہے اور یہ دونوں اسکے منافی نہیں بلکہ اسکے تحقق پر ایسی طرح دال ہیں جیسے نور آفتاب طلوع آفتاب پر دلالت کرتا ہے، سو جیسے طلوع آفتاب وجود نور پر مقدم ہے ایسے ہی تحقق اولویت بمعنی قربیت تحقق اولویت بالتصرف اور اولویت بمعنے احبیت پر مقدم ہوگی غرض قربیت مذکورہ کا مابین

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وامت مرحومہ ہونا بایں طور کہ آپ اقرب الامۃ المرحومۃ من انفسہم ہوں ضرور ہے، اور نہ بجز اس کے متصور نہیں کہ آپ علت ہوں اور امت مرحومہ یعنی مومنین معلول اور ظاہر ہے کہ معلول میں جو کچھ ہوتا ہے فیض علت اور عطاء علت ہوتا ہے، اس لئے اسکے لئے صیغہ مفعول تجویز کیا گیا، اس صورت میں علت میں ضرور ہے کہ وہ فیض ذاتی ہو ورنہ وہاں بھی عرضی ہو تو کوئی اور ہی مفیض حقیقی ہوگا کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ وصف عرضی خود بخود ہو جائے کوئی موصوف بالذات ضرور ہے، سو وہ ہی ہمارے نزدیک علت اصلی ہے، الغرض لفظ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو مترادف نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا متضمن معنے نبی اللہ کو ہی، جب صغریٰ بنایئے تو بوجہ اجتماع شرائط ضروریہ جو شکل اول میں ہونی چاہئیں یہ نتیجہ نکلیگا کہ محمد اولی بالمومنین من انفسہم اور یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض آپ اس امر میں مومنین کے حق میں والد معنوی ہیں یعنی اورونکا ایمان آپ کے ایمان سے پیدا ہوتا ہے آپ کا ایمان اورونکے ایمان کی اصل ہے، اورونکا ایمان آپ کے ایمان کی نسل، اس تقریر پر وجہ عطف مذکور اور استدراک سطور خوب واضح ہوگئی، اس لئے اس مضمون کو یہیں ختم کرتا ہوں اگرچہ خوبی مزید توضیح اس بات کو مقتضی تھی کہ مثل علم ایمان کا ایک وصف فطری ہونا۔ اور یہ بات کہ ایمان کمالات عملی میں سے ہے پر علم پر موقوف اور نبوت کمالات علمی میں سے ہے پر عمل کو مستلزم اور نیز یہ امر کہ انبیاءؑ کس بات میں آپ کے ساتھ علاقہ مولودیت رکھتے ہیں اور امت کس بات میں اور پھر کیوں لفظ مشیر تولد مومنین کو لفظ مشیر تولد انبیاءؑ سے مقدم رکھا، یہ باتیں بیان کرتا اور حسب فہم موجہ کر جاتا پر باندیشہ تطویل قدر ضرورت پر اکتفا کر کے عرض پرداز ہوں کہ اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاءؑ کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیاءؑ گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اسمیں انبیاءؑ گذشتہ ہوں یا کوئی اور، اسی طرح اگر فرض کیجیے[1] آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو

[1] یعنی اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم میں فرق نہ آئیگا کیونکہ فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم فقط اس معنے کر نہیں کہ آپ سب سے پچھلے زمانہ کے نبی ہیں (جیسا عوام کا خیال ہے)، بلکہ جیسے آپ خاتم زمانی ہیں ویسے ہی آپ خاتم ذاتی اور خاتم رتبی بھی تھے، یعنی جسقدر کمالات اور مراتب نبوت ہیں وہ سب آپ کی ذات ستودہ صفات پر ختم ہیں زمانہ نبوت بھی آپ پر ختم ہے، مکان نبوت بھی آپ پر ختم، اور مراتب نبوت بھی آپ پر ختم ہیں ۱۲

وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اسکا سلسلہ نبوت بہرطور آپ پر
مختتم ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے، جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو لیا
تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو
آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں
بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے مگر جیسے اطلاق خاتم النبیین
اس بات کو مقتضی ہے کہ اس لفظ میں کچھ تاویل نہ کیجئے اور علی العموم تمام انبیاء کا خاتم
کہیے، اسی طرح اطلاق لفظ مثلہن جو آیۂ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ
يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ میں واقع ہے اس بات کو مقتضی ہے کہ سوائے تبائن ذاتی ارض و سما جو
لفظ سموات اور لفظ ارض سے مفہوم ہے، اور ان دونوں لفظوں کا ذکر کرنا اس باب میں بمنزلۂ استثنائے
اور نیز علاوہ اس تبائن کے جو بوجہ اختلاف لوازم ذاتی یا اختلاف مناسبات ذاتی خواہ منجملہ لوازم وجود
ہوں یا مفارق بین السماء والارض متصور ہے اور بالالتزام مستثنی ہے بجمیع الوجوہ بین السماء و
الارض مماثلت ہونی چاہیے، سو ایسی ہی مماثلت فی العدد اور مماثلت فی البعد اور فوق و تحت
ہونے میں مماثلت تو اسی حدیث مرفوع سے معلوم ہوتی ہے، جس سے تحقق سبع ارضین معلوم ہوئے
اور صاحب مشکوٰۃ نے بحوالۂ امام ترمذیؒ اور امام احمدؒ باب بدء الخلق میں اسکو روایت کیا ہے، اور ترمذی
نے کتاب التفسیر میں سورۂ حدید کی تفسیر میں روایت کیا ہے وہ حدیث یہ ہے۔ وعن ابی ہریرۃ قال بینما
نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس و اصحابہ اذ اتی علیہم سحاب فقال نبی اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہل تدرون ما ہذا قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال ہذہ العنان ہذہ روایا
الارض یسوقہا اللہ الی قوم لا یشکرونہ ولا یدعونہ ثم قال ہل تدرون ما فوقکم
قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال فانہا الرقیع سقف محفوظ و موج مکفوف ثم
قال ہل تدرون ما بینکم و بینہا قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال بینکم و بینہا خمسمائة
عام ثم قال ہل تدرون ما فوق ذلک قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال سماءَ
ان بعد ما بینہما خمسمائة سنة ثم قال کذلک حتی عد سبع سموات ما بین
کل سمائین ما بین السماء والارض ثم قال ہل تدرون ما فوق ذلک قالوا اللہ و رسولہ اعلم
قال ان فوق ذلک العرش و بینہ و بین السماء بعد ما بین السمائین ثم قال ہل تدرون ما الذی
تحتکم قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال انہا الارض ثم قال ہل تدرون ما تحت ذلک قالوا اللہ و رسولہ

اعلم قال ان تحتها ارضاً اخریٰ بینهما مسیرة خمسمائة سنة حتی عد سبع ارضین بین کل ارضین مسیرة
خمسمائة سنة ثم قال والذی نفس محمد بیده لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لهبط علی الله
ثم قرأ هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء علیم رواه احمد والترمذی انتهیٰ اس حدیث سے
علاوہ اسکے کہ یہ زمین سب میں اوپر ہے سات زمینوں کا ہونا اور وہ بھی نیچے اوپر ہونا اور ہر ایک زمین سے
دوسری زمین تک ساتوں زمینوں میں پانچ پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہونا بتصریح ثابت ہے
غرض یہ تین مماثلتیں تو اسی حدیث سے بتصریح معلوم ہو گئیں، جسکے معلوم ہونے سے یہ خیال کہ بجز
تباین مذکور کے اور سب باتوں میں بشہادت اطلاق و عموم کلام ربانی مماثلت مراد ہے اور بھی قوی
ہو گیا اور کیوں نہ ہو اول تو مثلهن بھی ویسی کلام اللہ ہے جیسے لفظ خاتم النبیین جسکی اطلاق اور
نبیین کی عموم کے باعث کسی نے آجتک ائمہ دین میں سے اسمیں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کا کرنا جائز نہ
سمجھا، تورات و انجیل یا کسی پنڈت کی پوتھی میں نہیں جو احتمال تحریف و افترا ہو، پھر تیسرے حدیث
مذکور اسقدر مصدق خیال مذکور علاوہ بریں مقابل کعبہ ارض آسمان میں بیت معمور کا ہونا اور پھر
بایں نظر کہ مقابل کعبہ اوپر کہیں تک جاؤ، اور نیچے تحت الثریٰ تک کعبہ ہی ہی، خیال مماثلت کو اور
دوچند مستحکم کئے دیتا ہے، بایں ہمہ اطلاق مماثلت میں مزید رفعت مراتب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم
ہے، یہانتک کہ اگر اطلاق مذکور کو تسلیم نہ کیجئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور
رفعت کے سات حصوں میں سے کل ایک ہی باقی رہ جائے اور چھ حصے عظمت کم ہو جائے، چنانچہ انشاء اللہ قریب
ہی یہ معمہ حل ہوا چاہتا ہی، خیر اصل مطلب یہ ہے کہ جب یہ بات ثابت ہوئی کہ سات آسمان ہیں اور
وہ بھی اوپر نیچے کیف ما اتفق دائیں بائیں آگے پیچھے واقع نہیں، اور پھر ان میں پانچ پانچ سو برس
کا فاصلہ نکلا اور اسی طرح زمینوں کا حال ہوا تو یہ بھی یقینی سمجھنا چاہیئے کہ جیسے ساتوں آسمانوں
میں آبادی ہے، اور پھر اوپر کے آسمان والے نیچے کے آسمان والوں پر حاکم، ایسے ہی ساتوں زمینیں
بھی آباد ہونگی اور اوپر کی زمین والے نیچے کی زمین والوں پر حاکم ہونگے، دلیل حکومت اہل سموات
فوقانی اول تو یہ حدیث ترمذی کی ہے۔ قال الترمذی فی ابواب التفسیر فی تفسیر سورة سبا حدثنا
نصر بن علی الجهضمی ثنا معمر عن الزهری عن علی بن حسین عن ابن عباس رضی قال بینما رسول الله صلی الله
علیه وسلم جالس فی نفر من اصحابه اذ رمی بنجم فاستنار فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما کنتم
تقولون لمثل هذا فی الجاهلیة اذا رأیتموه قالوا کنا نقول یموت عظیم او یولد عظیم فقال رسول الله
صلی الله علیه وسلم فانه لا یرمی به لموت احد ولا لحیوته ولکن ربنا تبارک اسمه وتعالیٰ اذا قضی امراً

سبح حملۃ العرش ثم سبح اھل السماء الذین یلونہم ثم الذین یلونہم حتی یبلغ التسبیح الی هٰذہ السماء ثم سأل اھل السّماء السّادسۃ اھل السماء السابعۃ ماذا قال ربکم قال فیخبرونہم ثم یستخبر اھل کل سماء حتی یبلغ الخبر اھل السّماء الدنیا وتختطف الشیاطین السمع فیرمون فیقذفون الی اولیائہم فما جاؤا بہ علی وجہہ فہو حق ولکنہم یحرفونہ ویزیدون هٰذا حدیث حسن صحیح - اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حکم خداوندی ملائکہ کی نسبت جو کچھ ہوتا ہے وہ اس ترتیب سے نیچے پہونچتا ہے، سو یہ بات بعینہٖ ایسی ہے جیسے حکم بادشاہی جو کچھ ملازمان ماتحت کی نسبت ہوتا ہے ان کے اوپر کے ملازموں کے واسطے سے ان تک پہنچتا ہے، چنانچہ سب کو معلوم ہے اور نیز مقتضائے حدیث دیگر بھی یہی ہے جو شاہ عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے تفسیر عزیزی سورۂ بقر میں بذیل تفسیر آیۃ ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ روایت کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں و ابن المنذر از ابن عباسؓ روایت کردہ است کہ سَیِّدُ السَّمٰوٰتِ السَّمَآءُ الَّتِیْ فِیْہَا الْعَرْشُ وَسَیِّدُ الْاَرَضِیْنَ الَّتِیْ اَنْتُمْ عَلَیْہَا - اس حدیث سے ایک اور مماثلت زائدہ معلوم ہوئی یعنی جیسے وہاں اوپر کا آسمان افضل ہے کیونکہ عرش اسی سے یعنی اس سے متصل ہے یہاں اوپر کی زمین یعنی یہ زمین افضل ہے، دوسرے بدلالت التزامی یہ ثابت ہوا کہ اوپر کے آسمان والے نیچے والوں پر حاکم ہوں کیونکہ افضلیت سمٰوات ظاہر ہے کہ باعتبار افضلیت سکان ہی ہو نوع واحد میں افضلیت اس بات کو مقتضی ہے کہ فرد افضل و اکمل موصوف بالذات ہو کیونکہ موصوف بالذات کی طرف سے تو نوع واحد میں تفاوت افراد ممکن نہیں اسلئے کہ وہ ایک ہوتا ہے، اور جہاں دو نظر آتے ہیں یہ نظر کہ نوع واحد میں تعدد ترکیب کو مقتضی ہے تاکہ اتحاد امر مشترک کی طرف راجع ہو اور تباین امور متباینہ کی طرف، پھر انجام کار تعدد لازم آجاتی ہے اس صورت میں لاجرم یہ اختلاف و تفاوت معروض اور قابل کی طرف سے ہوگا، کیونکہ حوادث میں جتنے اختلاف ہیں وہ انہیں دو کی طرف یا انکی متممات کی طرف جیسے آلات و شرائط میں منسوب ہوتی ہیں بوجہ تنگی مقام زیادہ شرح سے معذور ہوں یا بہمہ اہل فہم کے واسطے یہ مضامین معروض ہوئے ہیں، انکو اتنا بھی کافی ہے الغرض یہ اختلاف و تفاوت معروضات کی جانب ہوگا، مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں فرد اکمل وہ واسطہ فی العروض ہوگا جو اپنی معروضات کے حق میں موصوف بالذات ہوتا ہے، اگرچہ کسی اور کی نسبت وہ بھی معروض ہو جیسے آئینہ وقت نور افشانی در و دیوار اگر در و دیوار کی نسبت واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات ہے تو آفتاب کی

نسبت خود معروض ہے، سو ایسے ہی امور مبحوث عنہا میں سمجھے۔ دوسرے بحکم عدل افضلیت افراد اس بات کو مقتضی ہے کہ جو افضل ہو وہ باقیوں پر حاکم ہو علاوہ بریں حسن انتظام خداوندی جو ہر نوع میں نمایاں ہے اس بات کو مقتضی ہے کہ جیسے افراد کا سلسلہ نوع پر اور انواع کا سلسلہ جنس پر ختم ہوتا ہے اور اس وجہ سے جنس کے احکام و آثار انواع میں اور انواع کے احکام و آثار افراد میں جاری و ساری ہیں، یہ استقلال جو ہر فرد ذوی العقول میں گونہ نمایاں ہے اور اس وجہ سے وہ انتظام جو انکے متحد ہو جانے اور انکے اجتماع پر موقوف ہے باطل ہو جاتا ہے کسی ایک آدمی کے متعلق کر کے اسکو مستقل اعظم قرار دیا جائے، جسکے سامنے یہ استقلال فرادیٰ فرادیٰ احتیاج نظر آئیں سو اسی کا نام حکومت ہے۔ بلکہ وجہ تکثر افراد کی غور سے کی جائے تو وہ عروض ہے کیونکہ اگر کلی کو معروضات کے ساتھ عروض نہ ہو تو یہ تعدادِ افراد ہرگز ظاہر نہ ہو اور اس صورت میں مناسب یوں ہے کہ موصوف بالذات معروض پر بشرطیکہ قابلیت حکومت و محکومیت رکھتے ہوں حاکم ہوں تاکہ متبوعیت باطنی درصورت متبوعیت ظاہری منجملہ وضع الشئی فی محلہ بھی ہو جائے، پھر یہ فوقیت و تحتیت باوجود اتحاد نوعی بحکم عدل و حکمت اس بات کو مقتضی ہے کہ جیسے وہ تنزل نوعی در نوع تنزل جنسی ہوتا ہے اسی طرح ارواح ملائکہ سافل تنزل ارواح ملائکہ عالی ہوں تو بہت مناسب ہے تاکہ یہ تکثر اور فوقیت و تحتیت دونوں صحیح ہوں اسلئے کہ تنزل مرتبہ بھی مثل تکثر بجز عروض ممکن نہیں، چنانچہ افراد کی تنزل نوعی ہونے سے اور انواع کے تنزل جنسی ہونے سے یہ بات ظاہر ہے کہ تنزل اور تکثر متلازم ہیں اور عروض پر موقوف اور عروض کا قصہ آپ سن ہی چکے ہیں کہ موصوف بالذات بالعرض پر جیسے باعتبار ظہور و نفوذ احکام یعنے آثار حاکم ہوتا ہے، ایسے ہی باعتبار حکومت بھی حاکم ہونا چاہیئے، اس صورت میں کیفیت حال یہ ہوگی کہ ارواح سافلہ جو مرتبہ تکثر میں پیدا ہوئی ہیں اور درجہ میں بھی نیچے ہیں ارواح صغیرہ و حقیرہ ہوں اور ارواح عالیہ جو درجہ میں عالی اور وحدت اور مبدا کی جانب ہیں ارواح عظیمہ و کبیرہ ہوں، غرض جب مجموعہ حصص کو لیجئے تو ایک روح اعظم مثل رب النوع ہو، اور جدا جدا حصے کر لیجئے تو روح صغیرہ پیدا ہو، سو جب مرتبہ صغیر میں روحانیت، چنانچہ افراد کے ملاحظہ سے ظاہر ہے تو مرتبہ عظمت میں روحانیت کیوں نہ ہوگی کیونکہ وصف ذاتی حالت اجتماع حصص میں تو اور بھی زیادہ قوی ہوتا ہے، سو یہ اجتماع حصص اگر ہوتا ہے تو موصوف بالذات معروض میں نہیں ہوتا کسی ضمن میں ہو یا نہ ہو نہیں البتہ آفتاب میں جیسے فراہم ہیں ایسے مراتب فوق میں ارواح عظیمہ ہونگی اور مراتب تحتانی میں ارواح صغیرہ، اور اسی وجہ سے فوق و تحت

خارجی و ظاہری بھی ملحوظ رہنا چاہیئے تاکہ ظاہر و باطن متناسب ہیں، بالجملہ وحدت نوعی و تکثر افرادی اور پھر فرق فوق و تحت باعتبار قانون عدل و حکمت اگر درست ہو سکتا ہے تو یوں ہو سکتا ہے جس طرح سے عرض کیا کہ ارواح بالا ارواح سافلہ کیلئے کہ موصوف بالذات ہوں اور افضل ترین ملائکہ فلک ہفتم کوئی ایک ملک ہو جس کی روح منبع ارواح ملائکہ باقیہ فلک ہفتم بھی ہو اور منبع روح فرد افضل ترین ملائکہ فلک ششم بھی ہو کہ پھر اسکی روح منبع ارواح باقیہ فلک ششم اور فرد اکمل ملائکہ فلک پنجم علیٰ ہذا القیاس، اور فرد اکمل ملائکہ فلک ہفتم کا ملائکہ باقیہ فلک ہفتم کیلئے بھی منبع ہونا اور فرد اکمل ملائکہ فلک ششم کیلئے بھی منبع ہونا اور پھر اسکا اوپر ہونا اور فقط تابع ہونا اور اسکا نیچے ہونا اور متبوع و منبع ملائکہ باقیہ فلک ششم بھی ہونا ایسا ہو جیسے آفتاب کا بہ نسبت آئینہ واقع فی الصحن اور بہ نسبت دھوپ سقف منبع ہونا۔ ظاہر ہے کہ دھوپ اوپر ہے مگر چونکہ منبع النور نہیں فقط تابع ہی ہے متبوع نہیں اور آئینہ منور بایں نظر کہ در و دیوار کے حق میں منبع نور بھی ہو گیا ہے تو انکے حق میں متبوع بھی ہے، مگر یہی صورت اسوقت باہم زمینوں کی بھی ہوگی کہ یہاں کی ساتوں آباد بھی ہونگی اور اوپر کے زمین کی فرد اکمل یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پاک جیسے ارواح انبیاءؑ و مومنین کیلئے منبع ہوگی ایسے ہی فرد اکمل زمین ثانی کیلئے بھی منبع ہوگی اور اسکی روح پاک باقی اس زمین کے سکان کیلئے بھی منبع ہوگی اور فرد اکمل زمین سوم کیلئے بھی منبع ہوگی علیٰ ہذا القیاس نیچے کی زمین تک خیال کر لو، اور اس تقریر سے یہ وہم بھی مرتفع ہوگیا کہ یہاں کا ہر ہر فرد حاکم و متبوع ہو، اور آراضی ماتحت کے افراد مقابلہ و متناظرہ اپنے اپنے نظائر کے تابع بلکہ فقط فرد اکمل کا متبوع ہونا اور اراضی سافل کے فرد اکمل کا اسکی نسبت اول تابع ہونا اور اسکے سبب افراد باقیہ کا تابع ہونا سمجھا جاتا ہے، مثال مطلوب ہے، تو اول آفتاب اور آئینہ کے حال پر غور کیجیے اوپر کی دھوپ میں ان دھوپوں کی اصل نہیں جو آئینہ صحن سے پیدا ہوئے ہیں، دوسری دیکھئے لاٹ تو لفٹنٹ پر مثلاً حاکم پر اسکی اردلی کے لوگ اسکی اردلی کے حاکم نہیں البتہ لاٹ بواسطہ لفٹنٹ انپر بھی حاکم ہے جیسے آفتاب بواسطہ آئینہ نیچے کی دھوپوں کا بھی مخدوم تھا اس تقریر پر نیچے کی زمین سے سلسلہ نبوت شروع ہوگا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اوپر وہ سلسلہ ختم ہوگا جیسے یہاں کی نبوت کا سلسلہ بھی آپ ہی پر اختتام پاتا ہے اتنا فرق ہے کہ یہاں انبیاءؑ باقیہ میں باہم نسبت حکومت و محکومی محض باشارۂ عقل نہیں نکال سکتے اور نیچے کی زمین کے جو سلسلہ شروع ہوا ہے اسمیں باشارۂ عقلی ہم کہہ سکتے ہیں

کر دوسری زمین والی تیسری زمین والوں پر حاکم اور تیسری زمین والی چوتھی زمین والوں پر علیٰ ہذا القیاس سو اس فرق کی تصحیح اگر مثال سے منظور ہے تو سنئے کہ ہم بادشاہ کو لاٹ پر اور لاٹ کو لفٹنٹ پر حاکم تو فقط اتنی ہی بات کے بھروسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو ان مراتب کا باہم فوق و تحت ہونا معلوم ہے پر لاٹ یا لفٹنٹ کے محکمہ اور عملہ میں یہ حکم برابر جاری نہیں کر سکتے غرض ایک سلسلہ نبوت تو فوق و تحت میں واقع ہے اور باعتبار فرق مراتب مکانی اسکے فرق مراتب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ایک سلسلہ نبوت ماضی و مستقبل میں واقع ہے اور باعتبار فرق مراتب زمانی اسکے فرق مراتب کی طرف اطلاع کی گئی شرح اسکی یہ ہے کہ اہل فہم پر روشن ہے کہ زمانہ ایک حرکت ارادہ خداوندی ہے اور یہی وجہ ہے کہ محققین صوفیہ کرام علیہم الرحمۃ تجدد امثال کے قائل ہوئے کیونکہ حرکت میں مقولہ حرکت کا ایک فرد ہر آن میں جدا متحرک کو عارض ہوتا ہے ولعاقل تکفیہ الاشارۃ اور یہی وجہ ہے کہ زمانہ مقدار حرکت ہے کیونکہ مقدار ہونے کیلئے تماثل اور تجانس ضروری ہے خط کیلئے مقدار خط ہی ہو سکتا ہے اور سطح کیلئے مقدار سطح اور جسم کیلئے مقدار جسم یعنی وہ چیز جس سے کمی بیشی مساوات معلوم ہو وہ ہم جنس ہی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ خط کو سطح سے نہیں ناپ سکتے اور اگر ناپ بھی لیتے ہیں تو اسکی ایک بعد سے جو از قسم خط ہے ناپا ہے، علیٰ ہذا القیاس اگر جسم کو سطح یا خط سے ناپیں تو اسکو بھی ایسا ہی سمجھو، بہر حال زمانہ ایک امتداد حرکت خداوندی ہے، اگر اندیشۂ تطویل نہ ہوتا تو انشاء اللہ اس بحث کو وہ اشگاف کر دکھلاتا پر کیا کیجئے ذکر استطرادی بقدر ضرورت ہی زیبا ہے زیادہ نازیبا ہے، تیسر اہل فہم سے یہ امید ہے کہ فقط اشارہ ہی انکو کافی ہو مگر در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جاوے تو اسکے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جسکے آنے پر حرکت منتہی ہو جاوے سو حرکت سلسلۂ نبوت کیلئے نقطہ ذات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم منتہی ہے، اور یہ نقطہ اس سیاق زمانی کیلئے ایسا ہی جیسا نقطۂ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان و زمین و زمان کو شامل ہے، رہا یہ شبہ کہ زمانہ تو بعد ختم نبوت بھی باقی ہے اگر حقیقت زمانہ حرکت مذکورہ ہے تو لازم آتا ہے کہ مقصود تک ابھی نہیں پہنچی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افضل البشر نہ ہوں کیونکہ مقصود و مطلوب نہیں جو منتہا حرکت مذکورہ ہوگا وہی افضل ہوگا، سو یہ شبہ قابل اسکے نہیں کہ اہل فہم کو موجب تردد ہو، مگر باین ہمہ دفع خلجان کیلئے یہ معروض ہے کہ ہر حادثہ زمانی کیلئے ایک عمر ہے کہ جسکی وجہ سے محققان صوفیہ کرام ہر حادثہ میں قائل تجدد امثال ہوئے کیونکہ زمانہ ایک حرکت ہے چنانچہ اسکا متجدد غیر قار الذات ہونا بھی اسکے مؤید ہے اس صورت میں مسافات متعددہ ہونگی اور حرکات متعددہ منجملہ حرکت سلسلۂ نبوت بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی

صلے اللہ علیہ وسلم وہ حرکت مبدل بسکون ہوئی، البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپکے ظہور کی ایک یہی وجہ ہی، غرض باعتبار زمانہ اگر شرف ہی تو زمانہ مستقبل میں ہی کہ وہ طرف مقصود ہے نہ یہ کہ طرف مستقبل فی حد ذاتہ اشرف ہی، اور باعتبار مکان جانب فوقانی، تاکہ فوقیت مراتب پر دلالت کرے، باقی یہ فرق کہ بنی آدم کافر بھی ہوتے ہیں اور ملائکہ کافر نہیں ہوتے یا ملائکہ تعداد میں زیادہ ہیں اور بنی آدم کم، سو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ فرق اطلاق مماثلت میں قادح نہیں، یہ جو احقر سطور نے عرض کیا تھا کہ وہ تباین جو مقتضائے اختلاف ماہیت ارض و سما اور لوازم ماہیت ارض و سما یا مناسبات ماہیت ارض و سما ہیں ہے، سو ملحوظ کر کے پھر تماثل دیکھنا چاہیئے، سو جیسے عظمت سماوات اور صغر ارضین تشخصات و تعینات ارض و سما میں داخل ہی، اور یہ اختلاف اس اختلاف مفہوم ہی میں آگیا، ایسے ہی بوجہ مناسبت اختلاف مقادیر سکان بھی ضرور ہے، بلکہ اس صورت میں اگر یہاں کے سکان کو وہاں کے سکان کے ساتھ وہی نسبت ہو جو یہاں کی مقدار کو وہاں کی مقدار کے ساتھ ہر زمین کو اپنے مقابل کے ساتھ۔ تو عجب نہیں اس صورت میں ممکن ہی کہ ساتویں زمین میں بالشتیے ہوں اور وہ زمین اس زمین سے ایسی چھوٹی ہو جیسے ساتویں آسمان سے یہ آسمان چھوٹا ہی اور اگر سماوات سب برابر ہیں تو زمینیں بھی سب برابر ہوں، رہا فرق اسلام و کفر، بنا اس فرق کے اختلاف لوازم ذاتی اور اختلاف مناسبات ذاتی پر ہی، پر علم تناسب نہایت درجہ کا علم غامض ہے، علم کامل تناسب تو خدا ہی کو ہی، سوائے انبیاء اور صدیقین کو یہ حکماء بنی آدم ہیں اور مصداق وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ہوتے ہیں کچھ ہو تو ہو دیکھیے موافق آیت أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ اور بمقتضائے اس حکم و عدل فہیم جسکا ہونا خدا کی ذات پاک میں مثل توحید یقینی ہی، یہ ضرور ہی کہ گیہوں کو اسکے مناسب برگ و بار، اور جو کو اسکے مناسب، انگور کو اسکے مناسب، کھجور کو اسکے مناسب، روح انسانی کو اسکے مناسب بدن اور روح حماری کو اسکے مناسب عطا ہو، لیکن قبل مشاہدہ عطیات ہر نوع ایسا کوئی عاقل سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بتلا دے کہ گیہوں کے ایسے شاخ و برگ ہونگے، اور جو کے ایسے، اور انسان کا ایسا بدن ہوگا، اور حمار کا ایسا، غرض تناسب و مناسبت یقینی، پر وجہ مناسبت و تناسب معلوم نہیں، علم الیقین عین الیقین جب ہے کہ ہم اندھوں کو وہ دیدۂ بصیرت عنایت ہو جس سے یہ فرق ایسا نمایاں ہو جائے جیسا اندھوں کو بعد بینا ہو جانے کے یہ بات معلوم ہو جاتی ہی کہ لال رنگ ازائی پر سبز گوٹ اور سبز ازائی پر لال گوٹ پھبتی ہی، سوا اسکے اور گوٹ زیبا نہ ہوگی، بالجملہ جس چیز کو خدا نے کسی چیز کے ساتھ جوڑ دیا ہی یا مقابل میں رکھا خالی کسی تناسب سے نہیں بحث بات معلوم ہوگئی تو اب سنئے کہ تشبیہ

نسبت بنسبت جب ہی معلوم ہوسکتی ہے جب دو چیزوں کا پہلے تناسب جدا معلوم ہو، اور دو چیزوں کا جدا مثلاً دو
کو چار کے ساتھ وہ نسبت ہے، جو ہزار کو دو ہزار کیساتھ ظاہر ہے کہ اس تشابہ نسبت کا یقین بطور عین الیقین
یا حق الیقین جب ہی متصور ہے، کہ دو اور چار کا تناسب بھی معلوم ہو اور ہزار دو ہزار کا تناسب بھی معلوم ہو،
الغرض تشبیہ نسبت بنسبت دو حدوث نوع نسبت کو مقتضی ہے اور علم تشبیہ مذکور علم نوع مذکور کو اور ظاہر ہے کہ
وہ مماثلت جو لفظ مثلہن سے بین السموات و الارضین مفہوم ہے تشبیہ نسبت ہے جسکو تشبیہ مرکب کہیے تشبیہ مفرد بمفرد
نہیں ورنہ زمین کو آسمان سے کیا مناسبت اور کیا مشابہت اور اگر ہو بھی کوئی مناسبت، اور ظاہر ہے کہ کوئی
نہیں تو ہمیں کیا آیت اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ میں بالیقین تشبیہ نسبت ہے،
اسلئے کہ کم سے کم اگر نفس عدد میں مماثلت ہوگی تو یہ معنے ہونگے کہ اس مجموعہ کے اجزاء کو باعتبار کم منفصل
اس مجموعہ سے وہ نسبت ہے جو اس مجموعہ کے اجزاء کو اس مجموعہ کے اجزاء سے اور اہل فہم جانتے ہیں کہ یہ تاویل
نہیں کہ ڈھینگا ڈھینگی تشبیہ مفرد کو مرکب بنالینا ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ بتاویل مفرد بنالیتے ہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ
جملہ بتاویل مفرد ہوسکتا ہے پر مفرد میں تاویل جملہ ممکن نہیں سو کیوں نہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ کثیر حقیقی کو تو
بوسیلہ ہیئت اجتماعی واحد بنا سکتے ہیں پر واحد حقیقی کو کسی طرح کثیر حقیقی نہیں بنا سکتے۔ سو یہاں
دیکھ لیجیے کہ کیا ہے واحد حقیقی ہے یا کثیر حقیقی، نہ عدد میں وحدت ہے نہ معدود میں اور باعتبار ہیئت اجتماعی
وحدت ہو بھی تو وہ مقصود بالذات بالارادہ نہیں البتہ عنوان مشبہ اور عنوان مشبہ کہیے ورنہ اول تو من
الارض مثلہن نہ فرماتے سبع ارضین فرماتے جس میں لفظ کم ہو جاتے معنے واضح ہو جاتے کنایہ سے بہر حال
مراد سے زیادہ صاحت ہو جاتی ہے باقی اس لفظ میں کوئی اور خوبی زیادہ نہیں مبالغہ فی عدد السبع
منصوص نہیں جو یوں ہی کہیے کہ الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ سوا مماثلت فی العدد کہیے تو کلام از قبیل
المعنے فی بطن الشاعر ہو جائے ذات و صفات کی بحث نہیں کہ الفاظ مستعملہ میں سے سوا اس لفظ کے ادا
معنی مقصود میں کام نہ دے، ہاں اگر مساوات فی المقادیر ہوتی تو البتہ یہ محمل اس لفظ کیلئے بہت عمدہ
تھا، دیگر یہ تشبیہ نسبت اور علاوہ اسکے اور مناسبتیں اور مماثلتیں جو منکشف ہو چکیں اس طرح سے ہرگز
بلا برراست نہ آتیں، بالجملہ یہاں تشبیہ نسبت میں مشابہت اور مناسبت طرفین علاوہ نسبتین کو
ہرگز ضرور نہیں بلکہ ممکن ہے کہ غایت درجہ کا بون بعید ہو، یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی ان نسبتوں کو جو
مخلوق کے ساتھ حاصل ہیں ان نسبتوں کیساتھ تشبیہ دیتا ہے جو مخلوق کو مخلوق کیساتھ ہوتی ہے مثلاً
فرماتے ہیں ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا
رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ یا فرماتے ہیں اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ علیٰ ہذا القیاس اور بہت جا تشبیہ نسبت مراد ہے تشبیہ مفرد نہیں اور اس صورت میں ہرگز نہ کسی طرح کا تجوز ہے، نہ کسی طرح کی تاویل بلکہ جیسے دو روپیوں کو چار روپیوں کے ساتھ وہ نسبت ہے جو دو پہاڑوں کو چار پہاڑوں کے ساتھ، یا ہزار جوتوں کو دو ہزار جوتوں کے ساتھ یا لوگارثم کے سلسلہ کو اپنے مقابل کے سلسلہ کے ساتھ، یا مجذورات اعداد مرتبہ من الواحد الی غیر النہایۃ کو اعداد مرتبہ کے ساتھ ہے، اور اس تشبیہ میں باوجودیکہ طرفین نسبتین میں کچھ مناسبت ہی نہیں ہرگز کچھ مجاز نہیں بلکہ تشبیہ اپنی معنی حقیقی پر ہے، ایسی ہی طرح آیۃ اللہ الذی میں خیال فرمائیے اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ترکیبات روحانی اور جسمانی بنی آدم اور حیوان ارضی وغیرہ کو ترکیبات روحانی و جسمانی ملائکہ افلاک کے ساتھ وہی نسبت ہو جو زمین کو فلک کے ساتھ اور یہ فرق کفر و اسلام نیرنگی تراکیب مختلفہ سے پیدا ہوا ہو تو ضیح کی ضرورت ہو تو یوں سمجھئے جیسے اجسام بنی آدم میں ترکیب عناصری اور اس ترکیب کے بوجہ مشاہدہ رطوبت، یبوست حرارت، برودت خواص اربعہ عناصر اربعہ دریافت کیا ہے کیونکہ خاصہ کا وجود اپنے ملزوم اور مخصوص کے وجود پر دلالت کرتا ہے ایسے ہی بوسیلۂ خواص اربعہ یوں سمجھ میں آتا ہے کہ ارواح بنی آدم میں بھی چار عنصر سے ترکیب دی ہے وہ خواص اربعہ کیا ہیں، ایک تو مضمون استکبار تھوڑا بہت سب کے مشہود ہے، دوسرا مضمون خواہش، تیسرا مضمون تأثر اور انفعال بھی قلیل کثیر سب میں ہے، چوتھا استقلال، علیٰ ہذا القیاس غصہ اور سبک حرکتی اور نرمی اور کسل بھی سب میں نظر آتی ہے علیٰ ہذا القیاس مضمون عصیان و انقیاد و نسیان و خطا بھی سب میں موجود ہے، یہ بارہ چیزیں جو مذکور ہوئیں انہیں جن چاروں کو آتش و باد و آب و خاک کے ساتھ ایک مناسبت ہے، اہل فہم خود سمجھ لینگے، بایں ہمہ جیسے اختلاف مقادیر عناصر فرق حرارت و برودت و رطوبت و یبوست امزجہ بنی آدم پیدا ہوتا ہے۔ ایسے ہی فرق مقادیر عناصر خواص مذکورہ سے امزجۂ روحانی میں عجیب عجیب کیفیتیں ظاہر ہوتی ہیں جنمیں سے ایک مزاج کفر یا اسلام بھی ہے مگر باوجود مناسبت مذکورہ جو عناصر جسمانی اور عناصر روحانی میں ملحوظ ہوئی تراکیب روحانی کو کفر و اسلام حاصل ہوتا ہے پر تراکیب جسمانی میں حاصل نہیں ہوتا سو اسی طرح اگر تناسب بین الملائکہ و بنی آدم محفوظ رہے۔ اور یہاں فرق کفر و اسلام نمایاں رہے وہاں نہ ہو تو کونسی ایسی محال یا دشوار بات ہے جسکی وجہ سے اطلاق مماثلت سماء و ارض میں تامل ہو جائے۔ بالجملہ مماثلت بین السماء والارض بجمیع الوجوہ ہی اور یہ فرق امزجہ ملائکہ رحمت و ملائکہ عذاب و ملائکہ جنت و ملائکہ دوزخ و ملائکہ متعینہ قبض ارواح

اس ناسب کی تصحیح کیلئے کافی ہے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ جب ان اوہام کی مدافعت سے فراغت پائی تو مناسب یوں ہے کہ پھر اصل مطلب کیطرف رجوع کیجئے۔ ناظران اوراق جب یہ بات سمجھ گئے ہیں کہ تشبیہ متضمن آیت اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ تشبیہ نسبت ہی تشبیہ مفرد نہیں جو تساوی مقادیر اجرام وما فیہا لازم آئے تو یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ اگر بطور تشبیہ یوں کہا جائے کہ فرد اکمل فلک ہفتم کو افراد باقیہ فلک کو کیسا وہ نسبت ہے جو فرد اکمل فلک ششم کو اسکے افراد باقیہ کیساتھ یا فرد اکمل زمین ہذا یعنی خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو فرد اکمل زمین دوم سے اسی طرح تشبیہ دیں اور مراد یہ ہو کہ آپ کو حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ساتھ شلاقہ نسبت ہے، جو فرد اکمل زمین دوم کو حضرت آدم وغیرہم علیہم السلام کے مقابل کے افراد زمین دوم کیساتھ، اور اسی طرح اور افلاک اور اراضی باقیہ میں سمجھ لو تو محبان نبوی جو فہم خداداد بھی رکھتے ہیں تامل تو کیا ہو گر برضا و رغبت اس مضمون کو قبول کرینگے کیونکہ قطع نظر اشارہ حسن انتظام خداوندی اور دلالت آیت اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ الخ اس صورت میں عظمت شان نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کسقدر ہے، اگر ہفت زمین کو بطور مذکور بہ ترتیب فوق و تحت مانئے تو پھر عظمت شان محمدی بہ نسبت اسقدر عظمت کے جو بصورت تسلیم اراضی ہفتگانہ بطور مذکور لازم آتی چھ گنی کم ہو جائیگی ظاہر ہے کہ بادشاہ ہفت اقلیم کو اگر کوئی نادان فقط اسی اقلیم کا بادشاہ سمجھے جسمیں وہ رونق افروز ہے تو یوں کہو اسکی عظمت کے چھ حصے گھٹا دیئے فقط ایک ہی پر قناعت کی غرض خاتم ہونا ایک امر اضافی ہے بے مضاف الیہ متحقق نہیں ہو سکتا سو جسقدر اسکے مضاف الیہ ہونگے اسیقدر خاتمیت کو افزائش ہوگی جیسے بادشاہت ایک امر اضافی ہے محکوموں اور رعیت کی افزائش پر اسکی ترقی اور عظمت موقوف ہے مگر ہاں کوئی نادان آجکل کے نوابوں کو دیکھکر دھوکا کھائے اور کہے کہ جیسے آجکل کے نواب بے ملک نواب ہیں ایسے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت اور انبیاءؑ کی محتاج نہیں جو اسکی ترقی اور افزائش کیلئے نبیوں کی کثرت کی ضرورت ہو تو بھلا کوئی نادان یا کوئی منافق رہی بات تو اسکی تسلیم میں تامل ہو تو اہل فہم اور اہل محبت کو تو تامل نہیں ہو سکتا۔ ہاں بوجہ عدم ثبوت قطعی نہ کسی کو تکلیف عقیدہ دے سکتے ہیں نہ کسی کو بوجہ انکار کافر کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس قسم کے استنباطات امت کے حق میں مفید یقین نہیں ہو سکتے احتمال خطا باقی رہتا ہے البتہ تصریحات قطعی الثبوت ہوں تو پھر تکلیف عقیدہ اور تکفیر منکر دونوں بجا، سو یہاں ایسی تصریحات درجۂ قطعیت کو نہیں پہنچی یعنی نہ کلام اللہ میں ایسی تصریح ہے نہ کسی حدیث متواتر میں، البتہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے ایک اثر منقول ہے جو درجہ تواتر میں نہیں پہنچا، نہ اسکے مضمون پر اجماع منعقد ہوا۔ اسلئے تکلیف اعتقاد اور تکفیر منکران تو مناسب نہیں پر ایسے آثار کا

انکار مقصود ہے جبکہ اشارات کلام ربانی بھی اسطرف ہو خالی ابتداع سے نہیں ایسی بات کا منکر پورا اہل سنت و جماعت
نہیں، کیونکہ ائمہ حدیث نے اسکی تصحیح کی ہے اور جس نے اسکو شاذ کہا ہے جیسے امام بیہقی تو انہوں نے صحیح کہہ کر
شاذ کہا ہے اور اس طرح سے شاذ کہنا مطاعن حدیث میں سے نہیں سمجھا جاتا۔ کما قال السید الشریف
فی رسالتہ فی اصول الحدیث قال الشافعی الشاذ ما رواہ الثقة مخالفا لما رواہ الناس قال
ابن الصلاح فیہ تفصیل فما خالف مفردہ احفظ منہ واضبط فشاذ مردود وان لم یخالف
وھو عدل ضابط فصحیح وان رواہ غیر ضابط لکن لا یبعد عن درجة الضابط فحسن وان بعد
فمنکر۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاذ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ روایت ثقہ مخالف روایت ثقات ہو دوسرے یہ کہ
راوی فقط ایک ہی ثقہ ہو سو اس معنی اخیر مجملہ اقسام صحیح ہے نہ ضد صحیح، چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی
فرماتے ہیں قال الشیخ عبد الحق المحدث الدھلوی فی رسالة اصول الحدیث التی طبعها مولانا احمد علی فی
اول المشکوٰة المطبوعة بعض الناس یفسرون الشاذة بمفرد الراوی من غیر اعتبار مخالفة
الثقات کما سبق ویقولون صحیح شاذ وصحیح غیر شاذ فالشذوذ بهذا المعنی ایضا لا ینافی
الصحة کالغرابة والذی یذکر فی مقام الطعن هو مخالفة الثقات انتهى۔ یہ عبارت بعینہ وہی ہے جو پہلے
عرض کیا سو لفظ شاذ سے کوئی صاحب دھوکا نہ کھائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ جب اثر مذکور شاذ ہوا تو صحیح کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ
شذوذ جو قادح صحت ہے بمعنے مخالفت ثقات ہے، چنانچہ سید شریف ہی رسالہ مذکور میں تعریف صحیح میں یوں فرماتے
ہیں: ھو ما اتصل سندہ بنقل العدل الضابط عن مثلہ وسلم عن شذوذ وعلة ونعنی بالمتصل ما لم
یکن مقطوعا بای وجه کان وبالعدل من لم یکن مستور العدالة ولا مجروحا وبالضابط من یکون
حافظا متیقظا وبالشذوذ ما یرویه الثقة مخالفا لما یرویه الناس وبالعلة ما فیه اسباب
خفیة غامضة قادحة۔ اس تقریر سے اہل علم پر روشن ہو گیا ہوگا کہ شذوذ بمعنے مخالفت ثقات مراد ہیں
کیونکہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات صحت کیلئے منافی ہے، جو حدیث باین معنے شاذ ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتی
باہم مخالفت عدم مخالفت کا عقدہ بھی تقریر گذشتہ سے کھل گیا۔ اگر اثر حضرت عبد اللہ بن عباس مخالف
تھا تو جملہ خاتم النبیین کے مخالف تھا یا ان احادیث کے معارض تھا جو مبین اور مفسر معنی خاتم النبیین ہیں
سو بعد مطالعہ تقریر گذشتہ اہل فہم کو تو انشاء اللہ کچھ تردد نہ رہیگا کہ اثر مذکور مؤید مثبت معنی خاتم النبیین ہے
نہ مخالف، بلکہ اثر مذکور کا غلط ہونا البتہ ثبوت خاتمیت میں بہت قادح ہے اور کیوں نہ ہو در صورت
انکار اثر معلوم خاتمیت کے سات حصوں میں سے ایک ہی حصہ باقی رہ جاتا ہے اس صورت میں مدعیان محبت
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ توقع ہے کہ جیسا اس اثر کا انکار کرتے تھے اب اتنا ہی اقرار کریں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر

انکار میں تو تکذیب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی کھٹکا تھا اقرار میں تو کچھ اندیشہ ہی نہیں بلکہ سات
زمینوں کی اگر لاکھ دو لاکھ اور بڑھیے اسی طرح اور زمینیں تسلیم کرلیں تو میں نمرکش ہوں کہ انکار سے
زیادہ اس اقرار میں کچھ دقت نہ ہوگی نہ کسی آیت کا تعارض نہ کسی حدیث سے معارضہ، رہا اثر
معلوم ہمیں سات سے زیادہ کی نفی نہیں سو جب انکار اثر مذکور میں باوجود تصحیح ائمہ حدیث یہ جرأت ہے
تو اقرار اراضی زائدہ از سبع میں تو کچھ ڈر ہی نہیں علاوہ بریں برتقدیر خاتمیت زمانی انکار اثر مذکور
میں قدر نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں کچھ افزائش نہیں ظاہر ہے کہ اگر ایک شہر آباد ہو اور اسکا ایک شخص
حاکم ہو یا سب میں افضل تو بعد اسکے کہ اس شہر کی برابر دوسرا ویسا ہی شہر آباد کیا جائے اور اسمیں
بھی ایسا ہی ایک حاکم ہو یا سب میں افضل تو اس شہر کی آبادی اور اسکے حاکم کی حکومت یا اسکی
فرد فضل کی افضلیت سے حاکم یا افضل شہر اول کی حکومت یا افضلیت میں کچھ کمی نہ آجائے گی، اور اگر
درصورت تسلیم اور چھ زمینوں کے وہاں کے آدم و نوح وغیرہم علیہم السلام وغیرہم سے زمانہ سابق میں ہوں
تو باوجود مماثلت کلی بھی آپ کی خاتمیت زمانی سے انکار نہ ہو سکے گا جو وہاں کے محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کے مساوات میں کچھ حجت کیجئے، ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا
اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے، تو پھر سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود
بالخلق میں سے مماثل نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد
خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی، افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضلیت ثابت ہو جائیگی
اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق
نہ آئیگا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا
جائے، بالجملہ ثبوت اثر مذکور دونا مثبت ثابت خاتمیت ہے معارض و مخالف خاتم النبیین نہیں جو یوں
کہا جائے کہ یہ اثر شاذ بمعنے مخالف روایۃ ثقات ہے بعد اسکے یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ حسب زعم
منکران اثر اس اثر میں کوئی علت غامضہ بھی نہیں جو اسی راہ سے انکار صحت کیجے، کیونکہ اول تو امام
بیہقی کا اس کی نسبت صحیح کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیں کوئی علت غامضہ خفیہ قادحہ فی الصحت نہیں
دوسرے شذوذ تھا تو یہی تھا کہ مخالف جملہ خاتم النبیین ہے اور علت تھی تب بھی تھی اگر اور کوئی آیت یا
حدیث ایسی ہوتی جس سے سات سے کم زیادہ زمینوں کا ہونا یا انبیاء کا کم و بیش ہونا یا نہ ہونا ثابت ہوتا
تو کہہ سکتے تھے کہ وجہ شذوذ یہ ہے۔ مگر آجتک کسی نے ایسی آیت و حدیث سنی نہ مدعیوں نے پیش کی
علی ہذا القیاس مضمون علت قادحہ کو خیال فرمائیے۔ آجتک سوائے مخالفت مضمون مذکور

کسی نے کوئی وجہ قادح فی الاثر المذکور پیش نہیں کی۔
اور فقط احتمال بے دلیل اس باب میں کافی نہیں ورنہ بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی اس حساب سے شاذ و معلل ہو جاوینگی اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ تاویل کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے یا انبیاء ارضی ماتحت سے مبلغان احکام مراد ہیں ہرگز قابل التفات نہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ فقط یہی مخالفت خاتمیت تھی جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجے، جنکو مدلول معنے مطابقی سے کچھ علاقہ ہی نہیں، باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو انکی تحقیر نعوذ باللہ لازم آگئی یہ انہیں لوگوں کے خیال میں آ سکتی ہے جو بڑوں کی بات فقط از راہ بے ادبی نہیں مانا کرتے ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے المرء یقیس علی نفسہ اپنا یہ وتیرہ نہیں نقصان شان اور چیز ہے اور خطا و نسیان اور چیز ہے اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو انکی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہدی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا ہو گا، گاہ باشد کہ کودکے ناداں * بغلط بر ہدف زند تیرے * ہاں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات ہم نے کہی اور وہ اگلے کہہ گئے تھے میری نہ مانیں اور وہ پرانی بات گائے جائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانون محبت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بہت بعید ہے، ویسے بھی اپنی عقل و فہم کی خوبی پر گواہی دیتی ہے، پھر باینہمہ یہ اثر اگرچہ بظاہر موقوف ہے مگر بالمعنی مرفوع ہے اسلئے کہ صحابی کا بطور جزم ان امور کا بیان کرنا جنمیں عقل کو دخل نہ ہو اہل حدیث کے نزدیک مرفوع ہوتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ صحابہ سب کے سب عدول اور پھر عدول بھی اول درجے کے تقوی میں ایسے پکے کہ اور کسی سے انکی ریس نہیں ہو سکتی، پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ عمداً جھوٹ بولیں اور وہ بھی دین کے مقدمہ میں ہاں بطور احتمال جیسا کہ استنباط میں ہوا کرتا ہے ایسی باتوں میں جن میں عقل کو مداخلت ہے دخل دے دینا انسے ممکن ہے بلکہ واقع ہے، اور انسے کیا تمام اکابر سے یہ بات منقول ہے۔ مگر اثر مذکور کا بطور جزم ہونا اور مضمون مذکور کا عقلیات میں سے نہ ہونا ظاہر ہو رہا ہے، سو جب اثر مذکور مرفوع ہوا اور سند اس کی صحیح آیۃ مذکورہ اسکی مؤید محبت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اسکی طرف داعی حسن انتظام جو ہر نوع میں مشہود ہے اس پر شاہد عظمت قدرت اسپر دال تس پر بھی انکار کیا جائے تو بجز اسکے کیا کہا جائے کہ امثال روافض و خوارج و اہل اعتزال ایسی باتیں کیا کرتے ہیں ان فرقوں نے بھی بوجہ قصور فہم آیات و آلہ رویت و تقدیر و خلق اعمال میں تاویلیں کیں اور احادیث مصرحہ مضامین مذکورہ کو تسلیم نہ کیا بلکہ تکذیب سے

پیش آئے سو جیسے آیات مذکورہ کی تاویلوں اور احادیث مذکورہ کے تکذیب کے باعث اہل حق نے
انکو دائرۂ اہل سنت و جماعت سے خارج سمجھا ایسے ہی منکر اثر مذکور کو بھی سمجھنا چاہیئے اتنا
فرق ہے کہ احادیث رویت وغیرہ اثر مذکور سے صحت میں قوی تھیں اور آیات مذکورہ دلالت مذکورہ
میں آیت اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سے جو اطلاق مماثلت پر دلالت کرتی ہے زیادہ
اسلئے وہ بڑے بدعتی ہونگے یہ چھوٹے، مگر ہرچہ بادہ بادستی ہونا دونو کا معلوم خاصکر جب
یہ دیکھا جائے کہ اگر آیات رویت کی دلالت آیۃ اَللّٰہُ الَّذِیْ کی دلالت سے زیادہ واضح اور
احادیث رویت وغیرہ کی صحت اثر مذکور کی صحت سے زیادہ قوی تو کیا ہوا جیسے یہ فرق اس
طرف ہے ویسے ہی مزاحمت خیالات عقلی میں قصہ الٹا ہے یعنی رویت وغیرہ کے تسلیم کرنے سے
بظاہر قوی قوی دلائل مانع ہیں اور زمین میں آدم و نوح وغیرہم علیہم السلام کے تسلیم کرنیسے کوئی
دلیل مانع نہیں باقی خیالات اہل ہیئت اگر مزاحم تصدیق اصل اراضی ہفتگانہ ہیں چہ جائیکہ جو
انبیاء مذکورین تو اول تو اس باب میں تنہا اثر مذکور ہی نہیں بلکہ آیت مذکورہ اس باب میں قریب نص کے
ہے دوسری وہ حدیث جو بروایت ابی ہریرہؓ بحوالہ مشکوٰۃ بلفظہ اوپر منقول ہو چکی، اسکی معاضد
ادھر خیالات اہل ہیئت ظنی خود اہل ہیئت انکی ظنی ہونیکی قائل اور انکی دلائل کا انی ہونا ظاہر
سو اگر کسی وہمی کو یہ وہم دامنگیر بھی ہو کہ اس صورت میں افلاک باہم متصل نہ رہینگے مرکز زمین
مرکز عالم پر منطبق نہ رہیگا تو اسکو اتنا کہدینا چاہیئے کہ وہ خیالات جو ہزار طرح سے صحیح ہو سکتے
ہیں انہیں احتمالات پر جو مذکور ہوئے موقوف نہ ہوں معارض قول مخبر صادق نہیں ہو سکتے اگر
اطمینان منظور ہو تو دیکھ لیجئے بطلیموسی کیا کہتے ہیں اور فیثاغورسی کیا، یونانی کیا بکتے ہیں اور انگریز
کیا۔ بایں ہمہ حساب طلوع و غروب و خسوف و کسوف و صیف و شتا وغیرہ سب برابر صحیح۔ جب خود اہل ہیئت
ہی میں یہ اختلاف ہے اور مقصد برابر حاصل تو پھر ان خیالات کے بھروسے انکار اقوال مخبر صادق صلے
اللہ علیہ وسلم کرنا نہایت نازیبا ہے۔ اہل ہیئت جدید جو شمس و قمر وغیرہ کو متحرک مانتے ہیں اور زمین
کو ساکن آخر بضرورت تصحیح حساب کات اکثر افلاک ہی خارج المرکز مانتے ہیں اور جو برعکس کہتے
ہیں وہ زمین کے مدار کو بیضوی کہتے ہیں سو اگر باعتماد شارع مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم زمین کو
خارج المرکز کہہ لیا تو کیا گناہ ہے بلکہ اسطرف خارج المرکز نہ مانیئے اور اسطرف خروج مرکز مان لیجئے
تو بعد ضم بعض مقدمات جب بھی تصحیح حساب کو ممکن ہے۔ اتنا فرق ہے کہ کسی نے یوں ہی اٹکل کے تیر مارے
کسی نے دیکھنے والوں کی زبانی کہا خیر یہ بات دور جا پڑی اثر مذکور کے الفاظ اس کے قریب ہیں

فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وعیسیٰ کعیسیٰکم ونبی کنبیکم، جملہ اخیرے
صاف روشن ہے کہ تشبیہ فی التسمیہ مراد نہیں تشبیہ فی المرتبہ مراد ہے، سو آدم کآدمکم الخ میں اگر تشبیہ دینی ایسی ہے
جیسے عربی میں کہا کرتے ہیں لکل فرعون موسیٰ یا اردو میں کہتے ہیں فلانے کا باوا آدم ہی نرالا ہے، غرض
جیسے یہاں نام مذکور ہے اور غرض مرتبہ ومقام مسمیٰ ہے ایسے ہی اثر مذکور میں بھی خیال فرمائیے کہ تشبیہ
فی المرتبہ یعنی فی النسبۃ مراد ہے فقط تشبیہ فی التسمیہ مراد نہیں ہاں کمال مماثلت اس بات کو مقتضی ہے کہ
وہاں بھی یہی نام ہوں اور شاید یہی وجہ ہے کہ نام کو ذکر کیا غرض جملہ اخیرہ میں تشبیہ فی النبوت دیگر
اور پہلے جملوں میں اسمار کا ذکر کرکے شاید اس جانب اشارہ کیا ہو کہ جیسے مقامات افراد آراضی سافلہ
مقامات افراد آراضی عالیہ میں ایسے ہی توافق فی الاسم بھی ہے جب تمام ان مضامین سے فراغت
حاصل ہوئی اور بحمد اللہ تمام شکوک اور اوہام کا استیصال کلی ہو گیا تو لازم یوں ہے کہ توضیح
تشبیہ نبی کنبیکم ایسی طرح کیجئے جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور آراضی سافلہ
کے خواتم کی آپ کے ساتھ مشابہت دونوں معاً ایسی طرح ثابت ہو جائیں کہ پھر کوئی حالت منتظرہ
باقی نہ رہے اور نیز یہ اشکال بھی مرتفع ہو جائے کہ مماثلت فی النسبت کا آیت اَللّٰہُ الَّذِیْ میں مراد
ہونا مسلم وجوہ مذکورہ بالا اس بات کے اثبات کیلئے کافی پُر اثر ہیں اس تشبیہ کو جو اول سے آخر تک
موجود ہے تشبیہ فی النسبۃ کہنا بظاہر مخالف ظاہر ہے یہاں تو تشبیہ مفرد کہیے تو بجائے تشبیہ فی النسبۃ
کہیئے گا تو یہی تشبیہ مرکب لازم آئیگی بالجملہ بغرض توضیح مشار الیہا ودفع شبہ مسطورہ یہ ہیچمدان اور بھی
کچھ رقم طراز ہے پر اہل فہم وانصاف سے توجہ واقرار حق کا خواستگار ہے، سنئے نبوت وہ کمال ہے
جو مثل جمال امور کثیرہ پر موقوف ہے حدیث الرؤیا جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ سب ہی کو یاد
ہوگی بخاری وغیرہ صحاح میں موجود ہے دیکھئے اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ کمال نبوت
کوئی امر بسیط نہیں سو جیسے جمال جملہ اعضاء ضروریہ کے مجتمع ہو جانے سے حاصل ہوتا ہے
ایسے ہی کمال نبوت بھی تمام کمالات ضروریہ کے اجتماع سے حاصل ہوتا ہے، پر جیسے تناسب جمال کا
کوئی ایک قاعدہ نہیں، ہر حسین میں ایک جدا ہی تناسب ہے علیٰ ہذا القیاس تناسب کمالات نبوت
بھی ایک ہی انداز پر نہیں ہوتا کہیں کوئی تناسب ہے تو کہیں کوئی تناسب ہوتا ہے سو اگر دو
نبیوں کے کمالات میں ایک ہی تناسب ہے تو ایک کی نبوت دوسرے کی نبوت کے مماثل ہو گی ورنہ
تو نہیں، مگر جیسے اس عالم میں دو جمال ایک تناسب کے نظر نہیں آتے اگرچہ فی حد ذاتہ ممکن
ہو، ایسے ہی دو کمالات نبوت بھی ایک تناسب کے عالم میں معلوم نہیں ہوتے ہاں جیسے آئینہ میں

عکس اجمال کا تناسب بھی وہی ہوتا ہے جو اصل جمال کا تناسب، ایسے ہی عکوس کمال نبوت کا تناسب بھی وہی ہوگا جو اصل کمال کا تناسب ہے، اگر کہیں فرق پڑیگا تو آئینہ ماہیت معروض کی وجہ سے فرق پڑیگا جیسے تناسب عکس جمال میں آئینہ کی وجہ سے کہیں فرق پڑجاتا ہے یعنی کہیں عکس مذکور اس تناسب پر معلوم نہیں ہوتا جو اصل میں ہوتا ہے بلکہ اسکی نسبت لمبا یا موٹا یا چوڑا نظر آنے لگتا ہے علیٰ ہذا القیاس آئینہ بے رنگ میں جیسے عکس ہمرنگ اصل ہوتا ہے اور آئینہ سبز و سُرخ میں عکس ہمرنگ اصل نہیں رہتا بلکہ الوان آئینہ کے تابع ہوجاتا ہے ایسے ہی کیفیات عکوس نبوت میں اگر فرق پڑیگا اس کا باعث کوئی کیفیت خاصہ آئینہ ماہیت معروض نبوت ہوگا جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو آگے سنئے۔ تقریر متعلق معنے خاتم النبیین سے تو یہ بات سب ہی اہل فہم سمجھ گئے ہونگے کہ موصوف بوصف نبوت بالذات تو ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں باقی اور انبیاء میں اگر کمال نبوت آیا ہے تو جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے آیا ہے مگر بایں لحاظ کہ ہر نبی کی روح اسکی امتیوں کی ارواح کیلئے معدن اور اصل ہوتی ہے، چنانچہ تقریر متعلق آیت النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم میں ذرا تامل کیجیے، تو اسپر شاہد ہے، یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اور انبیاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فیض لیکر امتیوں کو پہنچاتے ہیں غرض بیچ میں واسطہ فیض ہیں مستقل بالذات نہیں مگر یہ بات بعینہ وہی ہے جو آئینہ کی نور افشانی میں ہوتی ہے غرض جیسے آئینہ آفتاب اور اس دھوپ میں واسطہ ہوتا ہے جو اسکے وسیلہ سے ان مواضع میں پیدا ہوتی ہے جو خود مقابل آفتاب نہیں ہوتی پر آئینہ مقابل آفتاب کے مقابل ہوتی ہیں، ایسے ہی انبیاء باقی بھی مثل آئینہ بیچ میں واسطہ فیض ہیں غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں پر کسی نبی میں وہ عکس اسی تناسب پر ہے جو جمال کمال محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں تھا، اور کسی نبی میں بوجہ معلوم وہ تناسب نہیں، رہا سو جہاں کہیں نبی کنبیکم فرمایا ہے اسمیں بقاء تناسب کی جانب اشارہ ہے بہرحال بعد لحاظ معنے خاتم النبیین اور تشبیہ مندرجہ نبی کنبیکم یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ اور زمینوں میں عکوس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اسی تناسب کے ساتھ ہیں اور مفہوم تناسب سے اس تشبیہ کا تشبیہ فی النسبت ہونا بھی ظاہر ہوگیا یعنی کمالات اصل میں جو تشبیہ تھی وہی نسبت کمالات عکوس میں بھی محفوظ رہی، اس صورت میں اگر اصل و ظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ ہرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیت پھر بھی ادھر رہیگی اور اگر یوں کہیے مشبہ بہ ذات محمدی ہے اور مشبہ فرداً فرداً ہر نبی کی ذات اسلئے اس تشبیہ کو تشبیہ مفرد کہنا چاہیئے نہ مرکب سو ہماری طرف سے بھی مسلم۔ مگر بہرحال مشبہ اور مشبہ بہ کو احاد کہو

یا بتعدد وجہ تشبیہ تناسب داخلی یعنی تناسب بین الکمالات اور تناسب خارجی یعنی تناسب بین الانبیاء دونوں ہی کو کہنا پڑیگا تاکہ اطلاق تشبیہ ہاتھ سے نہ جائے اور افضلیت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ وجہ اور ہاتھ آجائیگی کہ جیسے آئینہ میں عکس زمین کی دھوپ عکس آفتاب کا طفیل ہے اور اس وجہ سے آفتاب ہی کی طرف منسوب ہونی چاہیئے ایسی ہی اور زمینوں کے خاتموں کے فیوض خواہ ارواح انبیاء ہوں یا ارواح امت انکے کمال ہوں یا انکے سب آپ ہی کی طرف منسوب ہونگے۔ ان تمام مضامین کے مطالعہ کر نیوالوں کو یہ بات بخوبی روشن ہوگئی ہوگی کہ درصورت تسلیم اثر ماضی دیگر بطور معلوم بشہادت جملہ خاتم النبیین تمام زمینوں میں ہمارے ہی نبی پاک شہ لولاک صلے اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہوگی اور وہاں کے انبیاء آپ ہی کے دریوزہ گر ہونگے اور سب جانتے ہیں کہ اس میں جو فضیلت ہے درصورت انکار اثر ماضی ماتحت وہ فضیلت ہاتھ سے جاتی رہیگی۔ مگر ہاں شاید کسی صاحب کو یہ وسوسہ حیران کرے کہ اگر اور چھ زمینوں کے بطور معلوم ہونے میں حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو یہ افزائش ہے تو اور چھ خدا ونکے تسلیم کرنے میں مثلاً اسی طور خدا کی خدائی کو بقدر معلوم افزائش ہوگی سو ہرچند یہ شبہ انہیں لوگوں کو ہو تو ہو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کی برابر اور آپ کی نبوت کو خدا کی خدائی کی برابر سمجھتے ہیں یعنی اسکے تعدد سے اسکا تعدد اور اسکی وحدت سے اسکی وحدت پر ایمان لانے کو تیار ہوتے ہیں سوا ایسے لوگوں سے ہمارا کلام بھی نہیں ہم تو کس شمار میں ہیں وہ تو خدا کی بھی نہیں سنتے ہاں بایں خیال کہ شاید کسی ایسے ویسے سے سن سنا کر کسی اور کو دھوکا نہ پڑے یہ گذارش ہے کہ یوں تو اور بھی بہت سے اوصاف منقسم الی بالذات و بالعرض نہیں ہوتی پر ایک خدائی دوسرا امکان خاص ان دونوں میں تو فرق بالذات و بالعرض نہیں ہوتا جیسے امکان کیلئے ایک امکان بالذات ہی ضرور ہے امکان بالغیر کی گنجائش نہیں ورنہ واجب اور ممتنع بھی کبھی ممکن خاص ہو جایا کرتے ایسے ہی خدائی کیلئے بھی ایک یہی بالذات کی صورت ہے ورنہ ممکن اور ممتنع بھی کبھی نہ کبھی خدا ہو جاتے اور بھی نہیں تو انکا خدا ہونا ممکن تو ہوتا سوا ان دونوں وصفوں کے اور اوصاف مشہورہ خاصہ اور اوصاف مشترکہ بین الواجب والممکن ہر دونوں قسمیں ہوتی ہیں کہیں بالذات کہیں بالعرض باقی وہ بات جس سے امکان اور خدائی کا قسم بالذات ہی کے ساتھ اختصاص سمجھ میں آجائے اور اوصاف باقیہ کا دونوں قسموں کی طرف منقسم ہونا روشن ہو جائے یہ ہے کہ اکثر اوصاف کا ان دونوں قسموں کی طرف منقسم ہونا تو سب ہی

جانتے ہیں پر یہ بھی سب جانتے ہونگے کہ کسی وصف کے ساتھ اگر قید بالذات یا بالعرض لگالیں اور اس وصف مع القید یعنی مقید کو دیکھیں تو پھر دوسری قسم کی گنجائش نہ رہیگی ورنہ اجتماع الضدین لازم آئیگا ظاہر ہے کہ سواد بالذات بالعرض نہیں ہو سکتا اور سواد بالعرض بالذات نہیں ہو سکتا اور یہ ایسی موٹی بات ہے کہ کوئی صاحب اسمیں تامل نہ ہوگا ہاں فہم ہی نہ ہو تو پھر انکا کچھ قصور نہیں سواد مفہومات تو ان دونوں قیدوں سے معری ہیں اور مفہوم خدائی اور مفہوم امکان میں قیدیں ماخوذ ہیں خدائی کا مفاد تو موجودیت بالذات ہے اور امکان کا مفاد موجودیت بالعرض اور نبوت اور رسالت میں ظاہر ہے کہ یہ بات مقصود ہے بلکہ مفہوم خدائی اور امکان چونکہ مفہوم اضافی نہیں تو یوں بھی نہیں کہسکتے کہ کہیں خدائی اور امکان مطلق ہو اور کہیں بالاضافۃ ہاں خاتمیت چونکہ مفہوم اضافی ہے تو یہ فرق اطلاق اور اضافت یہاں جاری ہو سکتا ہے، باقی اسکا اضافی ہونا سب ہی جانتے ہونگے میں کسلئے قلم گھساؤں ہاں یہ بات قابل گذارش ہے کہ امکان میں چونکہ وصف بالعرض ماخوذ ہے اور اسکے حق کیں منجملہ ذاتیات ہے تو یہاں بھی باوجودیکہ مفہوم بالعرض ماخوذ ہے بالذات ہی میں انحصار رہا کیونکہ امکان مجموعہ موجودیت بالعرض کا نام ہے سو کسی صاحب کو یہ شبہ نہ پڑے کہ یہاں تو امکان بالعرض ہونا چاہیئے تھا بالذات کیوں ہوا ہاں مفہوم موجودیت کو دیکھیں تو البتہ یہی حساب ہے اور ظاہر ہے کہ ممکنات موجود فی الخارج ہوں یا مرتبہ اعیان ثابتہ میں انکو تحقق ہو دونوں جا موجود بالعرض ہیں بالذات نہیں کیونکہ یہاں وجود خارجی کے اوصاف انتزاعیہ ہیں اور وہاں وجود باطنی کے اوصاف انتزاعیہ ہیں اور سب جانتے ہیں کہ اوصاف انتزاعیہ موجود بوجود المنشا ہوتے ہیں جس سے موجودیت بالعرض ٹپکتی ہے موجود بالذات نہیں ہوتی واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ بعد اس تفصیل کے بطور خلاصہ تقریر ہو فذلکۂ دلائل یہ عرض ہے کہ ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ان سب کے خاتم آپ کو انکے ساتھ وہ نسبت ہے جو بادشاہ ہفت اقلیم کو بادشاہان اقالیم تابعہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت اس اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے چنانچہ اس وجہ سے اس کو بادشاہ کہا آخر بادشاہ وہی ہوتا ہے جو سب کا حاکم ہوتا ہے، ایسے ہی زمین کی حکومت نبوت اس زمین کے خاتم پر ختم ہو جاتی ہے پر جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے پھر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع جیسے بادشاہ ہفت اقلیم کی عزت اور عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت

پر حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہان اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے
سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عزت اپنی اس اقلیم کی رعیت
پر حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی ہے جتنی بادشاہان اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے
سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت فقط اس زمین کے انبیاءؑ
کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی جا سکتی جتنے خاتمین اراضی سافلہ کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے
مگر تعجب آتا ہے آجکل کے مسلمانوں سے کس تشدد سے اور خاتموں بلکہ خود زمینوں سے انکار کرتے ہیں تس پر
ماننے والوں پر کفر کے فتوے دے دیتے ہیں یا سنی نہ ہونیکا اتہام کرتے ہیں یہ وہی مثل ہوئی
کہ بھولے نے اک والو بھونا کو کہا تھا، خلاصہ بخوف خاطر منکرین اس صورت میں یہ ہوگا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا عظیم الشان مت سمجھو کافر ہو جاؤ گے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اتنی
محبت نہ کرو دیکھو سنی نہ رہو گے سو اگر یہی کفر و اسلام اور یہی بدعت و سنت ہے تو اس اسلام سے کفر
بہتر ہے اور سنت سے بدعت افضل، امام شافعیؒ نے ان لوگوں کے مقابلہ میں جو محبت اہل
بیت بوجہ غلو رفض سمجھتے تھے یوں فرمایا تھا۔ شعر ان کان رفضاً حب آل محمد
فلیشهد الثقلان انی رافض ٭ ہم ان صاحبوں کے مقابلہ میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کی اسقدر ازدیاد قدر سے کہ انکے خیال سے سات گنی ہو جائے یہ برا مانتے ہیں کہ قائلین
ازدیاد قدر کو کافر یا خارج از مذہب اہلسنت سمجھتے ہیں اس شعر کو بدل کر یوں پڑھتے ہیں
ان کان کفراً حب قدر محمد ٭ فلیشهد الثقلان انی کافر ٭ تو یہ خلاصہ
مطلب تھا اب خلاصہ دلائل بھی سنئے کہ درباره وصف نبوت فقط اسی زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے
خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم سے اس طرح مستفید و مستفیض نہیں جیسے آفتاب سے قمر و کواکب باقیہ بلکہ
اور زمینوں کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید و مستفیض ہیں، مگر یہ بات سات زمینوں
کے ہونے اور ہر زمین میں انبیاءؑ کے ہونے پر اور پھر ان انبیاءؑ کے وصف نبوت میں معروض
اور آپ کے واسطہ فی العروض ہونے پر موقوف ہے جب تک یہ بات ثابت نہ ہو تب تک ثبوت
مطلب متصور نہیں سو سات زمین کے ہونے پر ایک تو آیت اللہ الذی خلق سبع
سموات دوسرے حدیث مسطور ایک جسکو من اولہ الی آخرہ نقل کر چکا ہوں۔ اور بعد ظہور توافق
آیت و حدیث اسباب میں ان تفسیر والوں کا قول جنہوں نے سبع ارضین سے سبع اقالیم مراد
لی ہیں یا ہفت طبقات زمین واحد تجویز کئے ہیں معتبر نہیں ہو سکتا خاصکر اہل فہم کے نزدیک

کیونکہ آیت مذکورہ ہی بمعونت وتعیینہ حدیث مسطور تعداد اراضی پر اور وہ بھی بقدر بعثت ایسی
صاف دلالت کرتی ہے جیسے آسمانوں کے سات ہونے پر لفظ سبع سمٰوات کے معنی میں
کسی نے یہ نہیں کہا کہ سات ٹکڑے ہیں یا سات برج ۔ مثلاً یا سات طبقے ایک آسمان کے
ہیں ایسے ہی یہاں یہ خیال باطل نہ باندھنا چاہیئے اور ہر زمین میں انبیاءؑ ہونیکی دلیل بھی
قطع نظر اس ثبوت کے اوپر جو مرقوم ہوا بدستور مضمون سابق ایک آیت ہی اور ایک حدیث آیت
تو یہی اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ
اور حدیث وہ اثر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جسکی طرف اوپر اشارہ گذرا دلالت اثر
تو ظاہر ہے پر دلالت آیہ میں البتہ اتنی تفصیل نہیں سو یہ اسی پر کیا موقوف ہی اکثر آیات اسی طرح
اپنے مطالب پر دلالت کرتی ہیں وجہ اسکی یہ ہی کہ مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى یا مَا قَلَّ وَ
دَلَّ خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاَمَلَّ سو تمام آیات میں یہی ہی کہ الفاظ قلیل اور معنی کثیر لیکن فہم ہو تو جتنا پورا
پورا بیان مطالب کلام اللہ کے الفاظ میں ہوتا ہی وہ تنا اور الفاظ اور بیانات تو درکنار الفاظ حدیث
میں بھی نہیں تھوڑے سے الفاظ میں مطالب کثیرہ جو مجتمع ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے باعتبار
الفاظ جدا نہیں ہوتے یعنی ہر ایک مطلب کیلئے جدا لفظ نہیں ہوتا ۔ اسلئے ہمسے جاہلوں کو بسا
اوقات معلوم نہیں ہوتے ہاں بدلالت شرح صحیح جو احادیث صحیحہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں البتہ
بڑے بڑے مطالب چھوٹے چھوٹے الفاظ سے نکل آتے ہیں غرض احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم
قرآن کی اول تفسیر ہے اور کیوں نہ ہو کلام اللہ کی شان میں خود فرماتے ہیں وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ
تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ جب کلام اللہ میں سب کچھ ہوا یعنی ہر چیز بالاجمال مذکور ہوئی تو اب احادیث میں
بجز تفسیر قرآنی اور کیا ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر قرآن داں
بھی کوئی نہیں ہوا ۔ اس صورت میں جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہی صحیح ہوگا
اگر آپ کی طرف کوئی قول منسوب ہو اور عقل کے مخالف نہ ہو تو گو باعتبار سند اتنا قوی نہ ہو
جیسے ہوا کرتی ہیں تب بھی اور مفسرین کے احتمالوں سے تو زیادہ ہی سمجھنا چاہیئے اسلئے کہ اقوال مفسرین
کی سند بھی تو اس درجہ کی کہیں کہیں ملتی ہے پھر انکی فہم کا چنداں اعتبار نہیں ، ہو سکتا ہی کہ انکی
خطا ہوئی ہو تیسرے پھر باعتبار سند بھی برابر ہوئی اور ایک آپکا قول ہو دوسرا کسی دوسرے
کا تو بے شک آپ ہی کا قول مقدم سمجھا جائیگا اور اگر سند بھی حسب قانون اصول حدیث
اچھی ہو تو پھر تو تامل کا کام ہی نہیں ۔ سو دیکھئے لفظ یَتَنَزَّلُ کے اگر یہ معنے بیان کئے جائیں

نزول امر و نواہی اور نزول وحی ہوتا ہے اور اثر مذکور کو اس کی شرح کہی جائے تو باین وجہ کہ
بالمعنی مرفوع ہے اور باعتبار سند صحیح بے شک تسلیم ہی کرنا پڑیگا بلکہ یہ قصہ ایسا ہو جائیگا
جیسے کسی اندھے کی آنکھ بناکر اس سے پوچھیں آفتاب کہاں ہے اور وہ ٹھیک بتلائے اور آفتاب کو
دیکھکر اسکو چھینک آئی تو جیسے آفتاب کا اس جا پر ہونا اسکے بینا ہو جانے پر شاہد اور اسکا
بینا ہو جانا آفتاب کے اس جگہ ہونے پر ایسے ہی آیت تو اثر مذکور کی مصدق ہے اور اثر
مذکور آیت کی مصدق اس پر مجھکو ایک نقل یاد آئی۔

نقل: حضرت جنیدؒ کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے
مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید رح نے ایک لاکھ
یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھکر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر
وعدۂ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخشدیا اور اس کو اطلاع
نہ دی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب
پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ سو اس پر آپؒ نے فرمایا
کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث معلوم سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح
اسکے مکاشفہ سے ہو گئی۔ سو ایسے ہی یہاں بھی سمجھئے کہ آیت مذکور بہ تفسیر مشارٌ الیہ تو اثر
مذکور کی مؤید اور اثر مذکور تفسیر مذکور کے موافق۔ بالجملہ قوی احتمال اس آیت میں نزول وحی ہوتا ہے
پھر بینہن کی ضمیر یا تو فقط ارض مع مثلہن کی طرف راجع ہو گی اور بوجہ قرب اسطرف زیادہ
دھیان جاتا ہے یا سموات اور ارض مع مثلہن سب کی طرف بہر حال مطلب یہی ہو گا سو
نزول امر بین السموات تو حدیث ترمذی سے جسکی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں معلوم ہو چکا اور یہاں اس
آیۃ اور اس اثر سے معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نزول امر کو نبوت لازم ہے غایت مافی الباب ملائکہ
کو حسب اصطلاح نبی نہ کہو پر نبوت بمعنے نزول امر بہر حال ثابت ہے اور یہ بات پہلے ثابت ہو چکی
کہ یہ زمین سب زمینوں کے اوپر ہے اور اور زمینیں اوپر تلے اسکے تلے واقع ہیں اور نزول اوپر سے
کسی چیز کے جانے کو کہتے ہیں؛ اس صورت میں نزول امر ادھر سے ادھر کو ہو گا تاکہ مضمون
بینہن متحقق ہو کیونکہ اگر نزول احکام الٰہی اراضی باقیہ میں بے واسطہ حضرت سرور کائنات
صلے اللہ علیہ وسلم ہوا کرتا در صورتیکہ مرجع ضمیر جمیع مذکورین اراضی بھی داخل ہوں تو یوں فرماتے بلکہ
یتنزل الامر فیہن یا علیہن فرماتے واللہ اعلم باقی اسکی تصحیح میں بیہودہ تاویلیں جب گھڑیئے جو معنے

متبادر کے لینے میں کچھ دقت ہو بلکہ انصاف سے دیکھئے تو معنی حقیقی یہی ہیں کہ ادھر سے ادھر کو نزول سمجھا جائے اور وحی مذکور بواسطۂ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نیچے کے انبیاء کو اسطرح پہنچے جیسے حکام کے احکام ملازمان بالادست کے واسطہ سے ملازمان ماتحت کو پہنچتے ہیں اور وہ مضمون علمت علم الاولین والآخرین بہ نسبت انبیاء ماتحت اسطرح سے ماستہ ہو کہ اول آپ کو وحی آئے اور پھر ملائکہ کے واسطہ سے انکو پہنچے اور یہ نہیں تو نہ سہی مجرد حصول جمیع علوم ہی کافی ہے یوں ہو یا جیسے علوم انبیاء زمین نہ احاصل ہوئے باقی رہا آپ کا وصف نبوت میں واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات ہونا اور انبیاء ماتحت علیہم السلام کا آپ کے فیض کا معروض اور موصوف بالعرض ہونا وہ تحقیق معانی خاتمیت پر موقوف ہے جسکی شرح و بسط کما ینبغی اوپر کر چکا ہوں اب یہ گذارش ہے کہ مضامین سابقہ کو فرادیٰ فرادیٰ اگر دیکھئے تو عجب نہیں کہ بعضے حجتی الامتی تسلیم میں کچھ حیلہ حجت کریں اور بعضے نامعقول معقولی بایں خیال کہ اکثر استدلالات مذکورہ انہی ہیں سو کیا اعتبار تکرار سے پیش آئیں پر اہل فطانت و فراست اور اہل حوس سے تو یوں امید ہے کہ جیسے اختلاف تشکلات کو دیکھکر بعد ملاحظہ قرب و بعد باہمی و لحاظ کرویت ارض و سماء یہ سمجھے کہ نور قمر نور آفتاب سے مستفید ہے ایسے بعد لحاظ مضامین مسطورہ فرق مراتب انبیاء کو دیکھکر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہیں اور جیسے اختلاف تشکلات وغیرہ تنہا تنہا دلالت مطلوب میں کافی نہیں اسی طرح مضامین مذکورہ فرادیٰ فرادیٰ گو کسی بدفہم کو کافی نہ معلوم ہوں پر سب ملکر لاریب مضمون معلوم پر اتنی تو دلالت ضرور کرتی ہیں جتنے اختلاف تشکلات قمر وغیرہ استفادہ مذکور پر یوں کہئے جیسے بہت عوارض عامہ سے ملکر ایک خاصہ مطلق پیدا ہو جاتا ہے اور خاصہ بنجاتا ہے، چنانچہ رسم ناقص ایسا غوجی کو دیکھنے سے ظاہر ہے ایسے ہی دلائل مذکورہ اگر کسی کی نظروں میں تنہا تنہا اگر عام بھی ہوں تو سب ملکر مطلوب مذکور کے مساوی ہی ہو جاتے ہیں مگر یہ بات بطور تنزل ہے جزم و احتیاط معروض بھی ورنہ نظر غایر اور فکر صائب اور طبع سلیم اور ذہن مستقیم اور عقل و کا دراک طلب ذکی ہو تو سب امور مذکورہ منجملہ خواص ختم نبوت مطلق ہیں قلت فرصت و کثرت مشاغل و تقاضا سائل نہ ہوتا تو انشاء اللہ اس دعوے کے ثبوت اجمالی کو مفصل لکھتا سو جیسے دھوپ کو دیکھکر آفتاب کے طلوع میں اور دھواں دیکھکر آگ کے وجود میں اور خوشبو سونگھکر عطر کے ہونے میں اور کسی کی آواز سنکر اس کی یا مطلق انسان ہونے میں تامل نہیں رہتا ایسے ہی امور مذکورہ سے

ختم نبوت مطلقہ پر استدلال قابل تامل نہیں اور یہیں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ تمام استدلالات اتنی محل
تامل نہیں ہوتے ورنہ خدا کی خدائی جو عالم کو دیکھکر معلوم ہوتی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی نبوت جو اعجاز وغیرہ سے ثابت ہوتی ہے یا کسی کی ذکاوت کسیکی غباوت کسیکی سخاوت
کسی کا بخل کسی کی شجاعت کسی کا جبن جو آثار معلومہ سے معلوم ہوتے ہیں سب محل تامل
ہو جائیں بجز اس کے کیا کہا جائیگا کہ جیسے یہ امور تنہا تنہا خواص مدلولات ہیں امثال
عوارض عامہ مجتمعہ مجتمع ہو کر خاصہ بنجاتے ہیں جیسے خوارق اور اخلاق حمیدہ اور دعوت الی الدین
سوائے نبی کے کسی اور میں نہیں ہوتی ایسے ہی اور سطور و اوراق گذشتہ جو در بارہ اثبات
خاتمیت بطور مذکور ذکر کئے گئے ہیں تنہا تنہا یا باہم ملکر مطلوب معلوم کیساتھ خاص ہیں
اب یہ گذارش ہے کہ ہر چند آیت اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کی یہ تفسیر کسی اور نے نہ
لکھی ہو پر جیسے مفسران متاخر نے مفسران متقدم کا خلاف کیا ہی میں نے بھی ایک نئی بات کہدی تو کیا
ہو معنے مطابقی آیا اگر اس احتمال پر منطبق نہ ہوں تو البتہ گنجائش تکفیر ہے اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ
موافق حدیث مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْیِهٖ فَقَدْ کَفَرَ - یہ شخص کافر ہو گیا پر اس صورت میں بھی گنہگار
تنہا کافر نہ بنے گا یہ تکفیر بڑی بڑوں تک پہونچیگی ہاں اگر انصاف ہو تو اس حدیث کے معنی میں عرض
کرتا ہوں سنئے مفہوم کلی ہزاراں افراد پر منطبق آسکتا ہے ہر فرد اسکے لئے احتمال صحیح ہوا کرتا ہے سو اگر
آیات قرآنی میں کوئی امر کلی مذکور ہو تو در بارہ احتمالات فردی خواہ ان میں باہم نسبت توارد
علے سبیل البدلیت ہو یا نہ ہو وہ آیت مجمل ہو گی سو ان احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کو بے دلیل
متعلق کردینا یا بے قرینہ راجح سمجھنا اور پھر وہ بیہودہ دعوی نبوت ہی جسکی وجہ سے ہر شخص آج
کافر گنا جاتا ہے ہاں اگر کوئی دلیل عقلی یا نقلی ہو یا کوئی قرینہ عقلی یا نقلی ہو اور پھر بقدر قوت
دلیل و قرینہ کوئی شخص کسی احتمال کو راجح کہے تو ہرگز کفر نہیں ورنہ ہمیشہ تک دقائق و نکات
کا نکلتے چلے آنا جیسے بعض احادیث مرفوعہ مثل لا یشبع منہ العلماء ولا یخلق عن کثرۃ الرد
ولا ینقضی عجائبہ اسپر دلالت کرتی ہیں کیونکر صحیح ہو سکتا ہی - ہاں جب کوئی دلیل ہو نہ کوئی قرینہ تو
پھر ترجیح احد الاحتمالات محض اپنی عقل نارسا کا ڈھکوسلا ہی - اور اسکو تفسیر بالرائی یعنی تفسیر
بالہوی اور تفسیر من عند نفسہ کہہ سکتے ہیں ورنہ تفسیر بالرائی کیوں کہتے ہو تفسیر بالدلیل یا بالقرینہ کہو
اگر توضیح بالمثال منظور ہے تو سنئے کہ عقل کو خوردبین اور دوربین معلومات دقیقہ اور مضامین
دور دراز سمجھئے جیسے اجسام صغیرہ و بعیدہ بوسیلہ خوردبین و دوربین خوب واضح اور پاس معلوم ہوتے ہیں

ایسے ہی بوسیلہ عقول صافیہ وسلیمہ مضامین دقیقہ اور معلومات بعیدہ واضح اور اقرب الی الذہن
معلوم ہوتی ہیں مگر جیسے مدرکات خوردبین ودوربین حقیقت میں عین معلوم نہیں ہوتا ورنہ
فرق مقدار اور تفاوت بعد کی کوئی صورت نہ تھی بلکہ معلوم کی ایک مثال اور شبہ ہوتی ہے
وقت ادراک معلومات دقیقہ وبعیدہ کنہ یا وجہ جو کچھ ذہن میں آتی ہے ایک مثال اور شبہ
مضامین مذکورہ سمجھئے مگر جیسے شبہ آئینہ میں علاوہ اعضا یعنی اجزاء ذی شبہ رنگ آئینہ بھی جو
کچھ ہو سبز فرض کیجئے یا سُرخ لاحق ہو جاتا ہے اور اس رنگ کو اثر ذی شبہ نہیں کہہ سکتے
اثر آئینہ کہتے ہیں ایسی ہی کہئیے بعض مضامین زائد از اصل معلوم شبہ معلوم کو ذہن میں اگر لاحق
ہو جاتے ہیں اور اس لحوق کے باعث انکو اصل معلوم کی طرف نسبت نہیں کر سکتے بلکہ
ذہن عالم کی طرف کئے جائیں گے جب یہ مثال بعد یہ تمہید ذہن نشین ہو گئی تو اب سنئے کہ تفسیر
امر مجمل کو واضح کر دیتی ہیں کچھ بڑھاتی گھٹاتی نہیں انسان کو اگر حیوان ناطق کہا تو ایک
مجمل کو واضح کر دیا ہے زائد از اصل کچھ بڑھا نہیں دیا سو بعینہ وہی قصہ ہی جو ادراک خوردبین
میں ہوتا ہے اور اس وجہ سے اگر ہم تصویر آئینہ کو تفسیر ذی تصویر کہیں تو بجا ہے اور سفید جسم
کو اگر خوردبین سبز آئینہ کی سے دیکھیں تو اس رنگ سبز کو جو تصویر آئینہ میں لاحق ہو جاتا ہے اور
رنگ اصلی معلوم ہوتا ہی تفسیر بالمرآۃ کہیں تو زیبا ہے ایسے ہی وہ مضامین جن سے مرتبہ
اجمال میں کچھ تعرض نہ ہوا اور کسی کی رائے یعنی عقل کی جانب سے لاحق ہو جائیں تو پھر انکو
تفسیر بالرائے کہیں تو کیا بیجا ہے بہرحال تفسیر مثل ایضاح خوردبین توضیح ہوتی ہے
انشاء اللہ اور ایجاد نہیں ہوتا چھوٹی چیز بڑی ہو جاتی ہے اشیاء معدومہ موجود نہیں ہو جاتیں
سو چھوٹی چیز کا بڑا معلوم ہونا جیسے از قسم توضیح مقدار ہے ایسی ہی کسی رنگ کا صاف نظر آنا
توضیح لون سفید کا سیاہ یا سرخ وسبز معلوم ہونا توضیح رنگ سفید نہیں بلکہ تغیر رنگ ہے جس میں
ایک رنگ کا اعدام اور دوسرے رنگ کا ایجاد ہے اس تقریر پر یہ شبہ کہ مقدار زائد بھی اصل حقیقت
زائد ہے مرتفع ہو گیا دوسرے جس چیز کا ادراک بوسیلہ مرایا ومناظر مطلوب ہوا کرتا ہے
اس قسم کی جو بات بوسیلہ مرایا معلوم ہوگی منجملہ تفسیر سمجھی جائیگی سو وہ بات اگر اصل مجمل ہے
تب تو تفسیر بالاصل ہوگی نہیں تو تفسیر بالمرآۃ کہینگے اور جو چیز بوسیلہ مرایا ومناظر مطلوب
ہی نہیں ہوتی وہ بات اگر معلوم بھی ہوئی تو اسکو تفسیر کیوں کہئیے تفسیر تو اسکو کہنا چاہئیے
جس سے کوئی اجمال مبدل بہ تفصیل ہو کوئی اشکال مبدل بانحلال ہو اور ظاہر ہے کہ مقادیر اور مواضع

ہو بسیلہ مرایا دمناظر مطلوب نہیں ہوا کرتی ورنہ لازم آئے کہ اصل مقدار اشیار مبصرہ بالمرایا اور
مع اشیار مذکورہ وہ ہوا کریں جو بوسیلہ خوردبین یا دوربین معلوم ہوں بالجملہ تفسیر بالرائے
وہ ہی جو امر مجمل و مفسر میں اصلا نہ ہو بلکہ اس امر میں کلام مجمل ساکت ہو اور مرتبہ تفسیر و تفصیل میں
وہ امر داخل کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کا داخل کرنا تصرفات خیالی میں جو ہمارے
ہی عقول ناقصہ کا کام ہوتا ہے باقی جو باتیں بوسیلہ کسی دلیل عقلی یا نقلی کے شامل کی
جائیں اسکو اہل ظاہر گو تفسیر کہیں پر حقیقت میں تفسیر نہیں ہوتی بلکہ دو کلاموں جداگانہ کے
مضمونوں کو اکٹھا کر دیا کرتے ہیں ہاں اگر تفسیر کے ایسے معنے عام لیجئے جسمیں یہ بھی شامل
ہو جائے تو پھر اختیار ہے لا مشاحۃ فی الاصطلاح بہرحال ایسی صورت میں تفسیر بالدلیل
یا تفسیر بالقرینہ کہینگے تفسیر بالرائے نہ کہینگے الغرض ناظران اوراق کی خدمت میں یہ عرض
ہے کہ بے وجہ فوارہ کفر نہ بنیں کہ جو سامنے آیا ایک کفر کا چھینٹا جڑا مولویوں کا کام یہ نہیں کہ مسلمانوں کو
کافر بنائیں انکا کام یہ ہے کہ کافروں کو مسلمان کریں اعتبار نہ ہو تو پہلے علمار کے افسانے یاد کر دیکھو
اس زمانے کے علمار سے ہو سکے تو اس گنہگار کو جسکا اسلام برائے نام ہے دستگیری فرماکر
ورطہ ہلاکت سے نجات دیں اور ساحل سعادت تک پہونچائیں۔ وما علینا الا البلاغ۔
واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلے اللہ علے خیر خلقہ محمد وآلہ واصحبہ اجمعین

جواب دیگر از علمار لکھنؤ

ہو المصوب

مخفی نہ رہے کہ حدیث مذکور محققین محدثین کے نزدیک معتبر ہے حاکم نے اس کے حق میں صحیح الاسناد
کہا اور ذہبی نے حسن الاسناد کا حکم دیا اور اس حدیث کے ثبوت میں کوئی علت قادحہ معتمدہ
نہیں ہے اور زمین کے طبقات جداگانہ ہونا بہت احادیث سے ثابت ہے اور اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سلسلہ نبوت اس طبقہ میں واسطے ہدایت سکان کے تیار ہوا
اوسی طرح سے ہر ہر طبقہ میں سلسلہ نبوت کا واسطے ہدایت وہانکے سکان کے تیار ہوا اور چونکہ
بدلائل عقلیہ و نقلیہ لاتناہی سلسلہ کی باطل ہے لاجرم ہے کہ ہر طبقہ میں ایک مبدء سلسلہ ہو گا
وہ ہمارے آدم کے ساتھ مشابہ کیا گیا اور ایک آخر سلسلہ ہوگا وہ ہمارے خاتم کیساتھ تشبیہ دیا گیا
پس بلحاظ علیحدہ اخر انبیاء طبقات تحتانیہ پر اطلاق خاتم کا درست ہے اب یہاں تین احتمال

ہیں ایک یہ کہ خاتم طبقات تحتانیہ بعد عصر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہوئے ہوں دوسرے یہ کہ
مقدم ہوئے ہوں تیسرے یہ کہ ہم عصر ہوں احتمال اول بحدیث لا نبی بعدی وغیرہ باطل ہے
اور بر تقدیر احتمال ثانی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم انبیاء طبقات ہونگے اور بر تقدیر
ثالث دو احتمال ہیں ایک یہ کہ نبوت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخصوص ساتھ ایک ہی طبقہ کے
ہو اور آپ کی خاتمیت بہ نسبت انبیاء اسی طبقہ کے ہو اور ہر طبقہ تحتانیہ میں وہاں کے
خاتم کی رسالت ہو اور ہر ایک ان میں کے صاحب شرع جدید و خاتم انبیاء اپنے طبقات
کا ہو دوسرے یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ متبع شریعت محمدیہ ہوں اور کوئی ان میں کا صاحب
شرع جدید نہ ہو اور دعوت ہمارے حضرت کی عام اور ختم آپ کا بہ نسبت جملہ انبیاء جملہ
طبقات کے حقیقی ہو اور ختم ہر ایک خاتم باقیہ کا بہ نسبت اپنے اپنے سلسلہ کے اضافی ہو۔
احتمال اول بسبب عموم نصوص بعثت نبویہ کے کہ جس سے صاف آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کا مبعوث ہونا تمام عالم پر معلوم ہوتا ہے باطل ہے اور علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح
کرتے ہیں کہ آنحضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا اور نبوت آپ کی عام
ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ کا ہوگا چنانچہ تقی الدین سبکی سے جلال الدین
سیوطی اپنے رسالہ الاعلام بحکم عیسے علیہم السلام میں نقل کرتے ہیں قال السبکی فی تفسیر لہ ما
من نبی الا اخذ اللہ علیہ المیثاق انہ ان بعث محمد فی زمانہ لیومنن بہ ولینصرنہ ویوصی
امتہ بذلک وفیہ من النبوۃ وتعظیم قدرہ مما لا یخفے وفیہ مع ذلک انہ علی تقدیر مجیئہ
فی زمانہم یکون مرسلا الیہم یکون نبوتہ ورسالتہ عامۃ لجمیع الخلق من زمن ادم الی یوم القیامۃ
ویکون الانبیاء فی امہم کلہم من امتہ فالنبی صلے اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ولو اتفق بعثتہ
فی زمن ادم ونوح وابراہیم وموسی وعیسے وجب علیہم وعلی امہم الایمان بہ ونصرتہ
ولہذا یاتی عیسے فی اخر الزمان علی شریعتہ ولو بعث النبی علیہ الصلوۃ والسلام فی زمانہ
وفی زمان موسی وابراہیم ونوح وادم کانوا مستمرین علی نبوتہم ورسالتہم الی امہم والنبی
علیہ السلام نبی علیہم ورسول الی جمیعہم۔ انتہی اور بحر العلوم مولانا عبد العلی اپنے رسالہ
فتح الرحمن میں لکھتے ہیں مقتضی ختم رسالت دو چیز ست یکے آنکہ بعد وے رسول نباشد
آنکہ شرع وے عام باشد وہر کسیکہ موجود باشد وقت نزول شرع وے اتباع شرع وے
فرض ست و مرسل اینکہ ہمہ رسل را اخذ شرع مستمد از خاتم رسالت اند و چونکہ شرع

پس دیگر وصنا شرع نباشد انتہیٰ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث ابن عباس رضؓ صحیح و معتبر ہے اور اس سے طبقات تحتانیہ میں وجود انبیاء عؑ ثابت ہے اور بسبب بطلان لاتناہی سلسلہ کہ ہر ایک طبقہ میں ایک آخر انبیاء عؑ بہ نسبت اس طبقہ کے ہونا ضروری ہے لیکن مطابق عقائد اہل سنت یہ امر ہے کہ دعوت ہمارے حضرت کی عام ہے تمام مخلوقات کو شامل ہے۔

پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہیئے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہیں ہوئے یا قبل ہوئے یا ہمعصر اور بر تقدیر اتحاد عصر وہ متبع شریعت محمدیہ ہونگے اور ختم انکا بہ نسبت اپنے طبقہ کے اضافی ہوگا اور ختم ہمارے حضرت کا عام ہوگا۔ اور تفصیل ان امور کی میں نے کما حقہ اپنے دو رسالوں میں ایک مسمیٰ بہ الآیات البینات علیٰ وجود الانبیاء عؑ فی الطبقات دوسرے مسمیٰ بہ دافع الوسواس فی اثر ابن عباس کی ہے۔ ہرگاہ یہ امر ممہد ہو چکا پس سمجھنا چاہیئے کہ زید کو جس نے عبارت جو سوال میں مرقوم ہے لکھی ہرگاہ مماثلت سے انکار ہے اور صحت حدیث و ثبوت تعدد خواتم طبقات تحتانیہ کا قائل ہے مخالف اہل سنت سے نہیں ہے نہ کافر ہے نہ فاسق بلکہ متبع سنت مگر ہاں اگر نبوت محمدیہ کو ساتھ اسی طبقہ کے خاص کرتا ہو اور ہر ایک خاتم کو صاحب شرع جدید سمجھتا ہو تو البتہ قابل مواخذہ کے ہے کیونکہ یہ امر خلاف نصوص و خلاف کلمات علماء معلوم ہوتا ہے اور اگر مجرد تعدد خواتم کا قائل ہو اور ختم ہمارے رسول کو حقیقی بہ نسبت جملہ انبیاء عؑ جملہ طبقات کو سمجھتا ہو اور ختم ہر ایک خاتم باقیہ کو اضافی کہتا ہو تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی؛

واقعی زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق نہ ہوگا واللہ اعلم بالصواب وعندہٗ ام الکتاب

کتبہ ابو الحیا محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم ۱۲۹۰-۵-۱۰ سنہ والکفی و حفظ عن موجبات الغی

محمد مہدی
ابو الجیش

اصاب المجیب کتبہ ابو الجیش محمد مہدی عفا عنہ الہادی۔

اور عدم تکفیر و تفسیق و خروج پر علماء دیوبند اور سہارنپور اور گنگوہ اور الہ آباد اور آگرہ اور سورت نے اتفاق کیا بدلائل والحمد للہ علی ذلک اور سب جوابوں کو حرف بہ حرف لکھنے کی ضرورت نہیں وہ ہمارے اب سب کے ان دونوں جوابوں میں آگئے۔

(ختم شد)

پس بلد علیلہ

کتابیں اردو زبان ملنے کا پتہ: (مولوی) محمد اسحاق مالک کتبخانہ رحیمیہ دیوبند